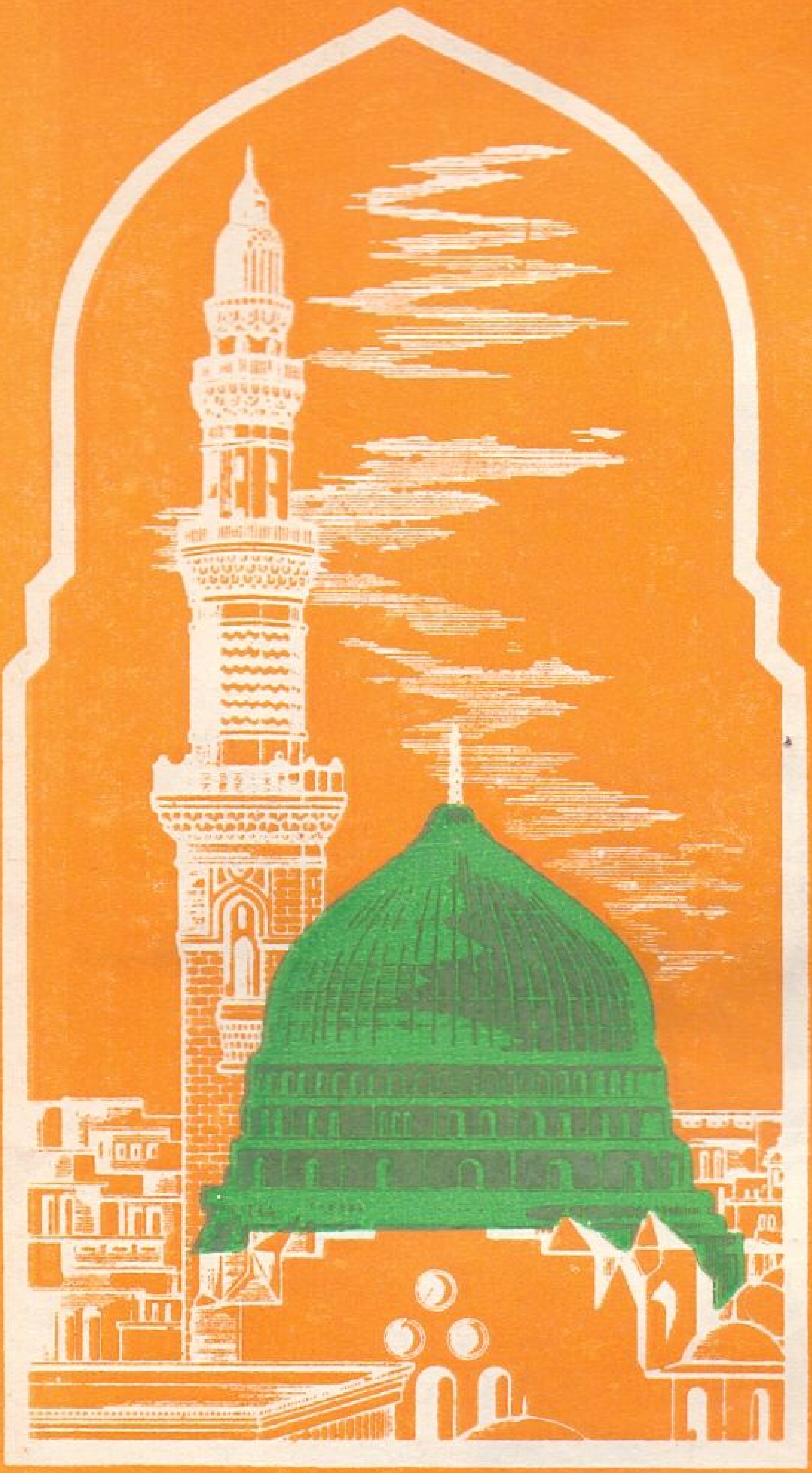

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلہم

ماہنامہ

انوار مدینہ

لاہور

ماھنامہ

انوارِ مدینہ

لاھور

جلد : ۴ شمارہ : ۱۲

جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ : جون ۱۹۷۴ء

نگرانِ اعلیٰ :

حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہٗ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور

مدیرِ معاون :

حبیب الرحمٰن اشرف

فاضل جامعہ مدنیہ لاھور

محتویات

اداریہ		۳
سیرۃ مبارکہ	مولانا سید محمد میاں مدظلہ	۸
نعت النبی ؐ	مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی	۱۶
عکس حیات	الحاج عبدالکریم صابر	۲۲
نعت	جناب احسان دانش	۲۶
قادیانیت	مولانا عبدالرشید لاہوری	۲۷
رموزِ سلطنت	سید محمد شاہ	۳۵
مولانا مسعود علی آزادؒ	جناب مسلم غازی	۳۹
علامہ دوست محمد قریشیؒ	مولانا عبدالمجید ندیم	۴۰
حاصلِ مطالعہ	مولانا رشید الدین حمیدی	۴۳

بدل اشتراک: سالانہ سات روپے طلبہ کیلئے پانچ روپے فی پرچہ ۶۵ پیسے

سید حامد میاں مہتمم جامعہ مدنیہ طابع وناشر نے مکتبہ جدید پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر انوارِ مدینہ ۔ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا ---

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قادیانیت

۲۹ مئی کو ربوہ اسٹیشن پر جو حادثہ ہُوا اس کا موجودہ ردِّ عمل قدرتی نتیجہ ہے۔

اس فتنہ کا فوری سدّ باب حکومت کا اوّلین فرض تھا جس میں درحقیقت اتنی تاخیر کہ ۳۰ جون کے بعد یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا ہرگز مناسب نہیں تھی۔

یہ فتنہ ایک عرصہ سے چلا آرہا ہے اور بقول مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہم "یہ مذہبی سے زیادہ سیاسی ہے"۔

آپ اگر مسیلمہ کذاب کو سامنے رکھیں تو بات اور زیادہ واضح طور پر سمجھ میں آجائے گی۔

عرب کے کچھ لوگوں نے جن کے جنات سے تعلقات تھے یا جن تابع تھے۔ یہ دیکھکر کہ دعوائے نبوّت بھی بڑا اچھا کاروبار ہے اور اس طرح بھی حکومت حاصل ہوسکتی ہے، نبوّت کے دعوے کیے۔ مسیلمہ کذاب نے بھی دعوائے نبوّت کیا اور دربارِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم میں حاضر ہوکر (اپنے نقطۂ نگاہ سے) کہنے لگا کہ آدھی زمین پر آپ حکومت کریں آدھی پر مَیں کروں اور اس طرح کا معاہدہ آپس میں کرلیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی یہ فرمائش کلی طور پر رد فرمادی۔ کیونکہ آپ کا مقصد بادشاہت نہ تھی ورنہ آپ کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ملکہ قرار دی جاتیں اور ان کے بعد حسنین رضی اللہ عنہما۔

لیکن مسیلمہ کذاب کے نزدیک حکومت مقدم تھی اور نبوّت اس کیلیے صرف ایک آلہ کار اور ذریعہ تھی۔

بالکل اسی طرح مرزا غلام احمد کا دعوائے نبوّت تھا کہ ایک طرف وہ نبوّت کا مدّعی تھا، دوسری طرف وہ ملکہ کا ثناخوان، ایسا ثناخوان کہ جب ادھر ملکہ کی طرف سے شنوائی میں دیر ہوئی تو اس نے ایک اور رسالہ میں اظہار کیا کہ اے ملکہ مَیں نے تیری تعریف میں اتنی الماریاں بھردی ہیں اور مَیں تیرا وفادار ہوں۔ یہ ثناخوانی صرف زرطلبی اور جاہ طلبی کے لیے تھی اور اس ذریعہ سے اقتدار میں دخیل ہونے کی کوشش تھی۔ گویا حقیقتاً "یہ ٹولہ سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے ایک خاص مذہبی لبادہ اوڑھ کر اُبھرا تھا۔ یہ ٹولہ علاوہ اس کے کہ وہ خارج از اسلام اور کافر ہے، زندیق و ملحد بھی ہے کیونکہ زندیق اور ملحد اس کو کہا جاتا ہے کہ جو مذہب کی قطعیات میں دخل اندازی کرے اور ایسی تاویلات تراشے کہ جو اُن تفسیروں اور تاویلوں کے خلاف ہوں کہ جو سلف سے مسلسل منقول چلی آرہی ہیں۔ یہ

اقلیت قرآن پاک کی آیات و احادیث اور اجماعِ امت کے خلاف اپنے مطلب کی تفسیرات اور تاویلات مسلسل کرتی چلی آ رہی ہے۔ اس لیے اُن کا کفر زندیقیت اور الحاد سمیت ہے جن کی توبہ کا بھی اعتبار نہیں ہوتا۔

انھوں نے پاکستان بنتے وقت اپنے آپ کو غیر مسلم کہہ کر ضلع گورداسپور پاکستان سے کٹوایا جہاں سے کشمیر کا واحد راستہ کٹھوعہ روڈ کشمیر کو جاتی ہے۔

یہ بات مشہور ہے کہ سر ظفر اللہ نے اس قائدِ اعظم کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جس نے اسے یہ اعزاز بخشا تھا کہ پاکستان کا وزیرِ خارجہ بنایا اور وجہ یہ بتلائی کہ "مسلمان کا جنازہ تھا کافر نے نہیں پڑھا یا کافر کا جنازہ تھا۔ مسلمان نے نہیں پڑھا"

اسی طرح یہ بھی عام مشہور بات ہے کہ یہ اپنے خاص خاص مردے ربوہ میں بطورِ امانت دفن کرتے ہیں کہ کبھی ہندوستان پاکستان ایک ہوں گے تو انھیں قادیان لے جائیں گے۔

یہ طائفہ زائغہ اس قابل نہیں کہ پاکستان کا وفادار شمار کیا جائے۔ ان کا ماضی اور حال دونوں ہی بیوفائی پر مبنی ہیں جب کہ بانی فرقہ خود انگریز کا وفادار تھا اور ملک کا خیر خواہ نہ تھا تو اس کے پیروکار بھی ایسے ہی ہونگے۔

اسی لیے اُنہیر بڑی حکومتیں یعنی امریکہ اور برطانیہ اعتماد کرتی ہیں اور ان ہی کے ذریعہ پاکستان کو امداد دیتی ہیں اور جو شخص بھی حکومت پر اُوپر پہنچتا ہے وہ ان کی چاپلوسی سراہنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور ان کی مکاری سے غافل۔

اس بد باطن جماعت کا طریقِ کار یہ ہے کہ حاکمِ وقت کی چاپلوسی کر کے اپنی سیاسی بالادستی قائم کرو۔ چنانچہ ہر حاکمِ اعلیٰ ان کو بظاہر اپنا اطاعت شعار پائے گا اور ان کا شکار ہو جائے گا اور اسے کچھ بیرونی امداد کا لالچ بھی ان پر اعتماد کرنے اور ان کی بات ماننے پر مجبور کرے گا۔

لیکن ہم اس حقیقت پر کبھی غور نہیں کرتے کہ بیرونی ممالک کی امدادیں صرف اس لیے نہیں ہوتی ہیں کہ ہماری ضرورتیں پوری ہوں بلکہ اس لیے زیادہ ہوتی ہیں کہ وہ امداد دے کر زیادہ سے زیادہ حکومتوں میں اپنا اثر و رسوخ جمائیں لہٰذا اگر مرزائیوں کے ذریعہ امداد یعنی بند کر دی جائے تو بھی امریکہ ہمیں ضرور امداد دے گا۔ ایسلیے کہ اسے اس سرزمین میں اپنا اثر و رسوخ قائم رکھنا ہے۔ اس لیے بہت ہی بہتر ہو کہ ان کے توسط کا جوا گلے سے اتار ہی پھینکا جائے اور انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دے کر صرف پاکستانی رعایا ہی رہنے دیا جائے حکمران نہ بنایا جائے۔ انشاء اللہ اگر ایسا کر لیا گیا تو یہ ٹولہ خود بخود فنا ہو جائے گا کیونکہ اس کے سیاسی مقاصد مذہبی مقاصد سے زیادہ ہیں، پھر اس کا ہر فرد خود بخود اپنا جھوٹا مذہب چھوڑ کر داخل اسلام ہو جائے گا۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ایک طرف تو مرزائیوں کا یہ کردار رہا ہے۔ دوسری طرف یہ ہے کہ وزیرِ اعظم، وزیرِ اعلیٰ نے اپنی تقاریر میں مرزائیوں کے لیے اقلیت کا لفظ استعمال کیا ہے بلکہ ظفر اللہ نے بھی اپنی پریس کانفرنس میں مرزائیوں کی اقلیت ہی ثابت کی ہے تو ان حالات کی روشنی میں کیا مانع ہے کہ ان پر اقلیت کا لفظ بولا ہی جا رہا ہے تو اقلیت قرار بھی دے دیا جائے۔

ہمارے عرب برادری سے نئے نئے تعلقات ہوئے ہیں اور خدا کرے کہ یہ پروان چڑھیں اور ان کے بہترین ثمرات ملک و ملّت کے سامنے آئیں۔

ہمیں ان کی مدد سے قادیانی مسئلہ بھی طے کرنا چاہیئے اور جو ارتداد کی راہ اسلام میں داخل ہو کر معاذ اللہ اسلام سے پھرنے کی سزائیں ان ممالک مقدسہ میں ہیں ہمیں اپنے یہاں نافذ کرنی چاہئیں۔

ایٹمی دھماکہ

بھارت کے ایٹمی دھماکہ پر دنیا کی رائے عامہ اپنے حق میں کرنے کے لیے جتنا شور مچایا جائے اور جو کچھ مساعی کی جائیں وہ بہتر ہی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اپنی کوتاہی، ناعاقبت اندیشی اور غفلتِ مجرمانہ کا بھی محاسبہ کرنا چاہیئے۔

ہندوستان نے صرف پونے تیرہ ارب جیسی حقیر رقم سے اتنی ترقی حاصل کر لی کیا اتنی رقم حکومت پاکستان چھبّیس سال میں خرچ کرنے سے قاصر تھی۔ اگر حساب لگایا جائے تو فضولیات اور عیّاشیوں پر ہی اربوں روپیے حکومتِ پاکستان خرچ کر چکی ہوگی۔ نیز ایٹمی تھیوری بلکہ ایٹم سازی ایسی عام ہو چکی ہے کہ امریکہ کے کتب خانوں میں جابجا اس کی کتابیں موجود ہیں، جنھیں دیکھ کر وہاں پرائیویٹ لوگوں نے چھوٹے ایٹمی گولے بنا لیے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں کہ اگر اتنے ڈالر ہمیں نہ دیے گئے تو ہم ایٹم بم مار دیں گے۔

حکومتِ امریکہ کا اندازہ ہے کہ اس چھوٹے سے ایٹم بم سے اگر یہ کسی تقریب میں جمع شدہ لوگوں پر چلایا جائے تو ایک لاکھ کا مجمع فوراً مر جائے گا اور پانچ لاکھ کے قریب تابکاری کے اثرات سے مجروح ہونگے اس قسم کی خبر امروز میں چھپی ہے، ہمارے پاکستانی متعلّمین نے کیوں وہاں ایسی اہم اور سہل الحصول تھیوری کا مطالعہ کر کے اپنے ملک کو ترقی نہیں دی اور کیوں حکومت پاکستان نے آج تک گزشتہ برسوں میں پونے تیرہ ارب روپیے ایٹم بم بنانے پر نہیں صرف کیے، خود تو ہم سوتے رہنا چاہتے ہیں اور دوسرا جاگتا ہو تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تو کیوں جاگ رہا ہے؟۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

گذشتہ سال ایک دن دوپہر کے وقت میں گھر میں تھا جو معلوم ہوا کہ حضرت علامہ دوست محمد قریشی صاحب تشریف لائے ہیں۔ میں باہر آیا ملاقات ہوئی پھر کچھ دیر آرام فرمایا، اس کے بعد مجلس پھر جاری ہوگئی۔ یہ ۲۲ جمادی الثانی ۹۳ھ ۲۴ جولائی ۷۳ء کو سہ شنبہ کا دن تھا۔ ان کی تشریف آوری میرے لیے مسرور کن تھی کہ اللہ کے ایک ذاکر و شاغل بندے کی گھر بیٹھے زیارت میسر آگئی تھی ادھر آپ کا مقصد بھی کچھ نہ تھا سوائے ملاقات کے، اگرچہ مولانا سے بہت پرانی ملاقات تھی مگر میرے مولانا سے ایسے مراسم نہ تھے کہ وہ اس طرح اچانک بے تکلف تشریف لاتے لیکن شاید ان کی روح محسوس کر رہی ہوگی کہ اس کے بعد لاہور کبھی نہ آنا ہوگا اس لیے ملتے چلو۔

ان کی یہی کرم فرمائی آج میرے لیے رہ رہ کر ان کی یاد تازہ کرنے کا سبب بن رہی ہے اور ان کی اس عالمِ فانی سے رحلت کا غم دوبالا کر رہی ہے۔ تغمدہ اللہ تعالیٰ برحمتہ ورضوانہ واسکنہ بحبوحۃ الفردوس۔ آمین

اسی طرح جناب سید مسعود آزاد زیدی رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ صاحبِ فراش رہنے کے بعد بروز شنبہ ۲ جمادی الاولیٰ ۹۴ھ ۲۵ مئی ۷۴ء کو صبح ساڑھے تین بجے حرکتِ قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئے۔ آپ تقریباً آٹھ ماہ سے زیادہ علیل تھے آپ کی وفات مزید ایک مقدس ہستی سے محرومی ہے۔

حضرت آزاد، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ کے آخری وقت تک منتخب امام رہے۔ بھولے بھالے مرنج و مرنجاں طبیعت کے مالک تھے۔ باوجودیکہ "تارک الدنیا" تھے مگر نفاستِ طبع کے حامل اور زندہ دل تھے۔ گویا زندہ دلی کے ساتھ شب زندہ داری کے نمونہ تھے۔

ان کی منقبت میں کیا کہا جا سکتا ہے جب کہ وہ سیادت کے ساتھ امامت ولی بلکہ امامت اولیاء اللہ وجاہت کاملہ، خطابت، اور حسنِ خلق و فیاضی جیسی اعلیٰ صفات کے حامل تھے۔ تغمدھما اللہ برحمتہ و رضوانہ واسکنھما بحبوحۃ الفردوس۔ آمین۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائپوری دامت برکاتہم العالیہ کے سگے بھتیجے جناب عبدالحفیظ خاں صاحب وفات پا گئے۔ آپ کلورکوٹ میں رہتے تھے اور زمیندار تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے سرگرم کارکن تھے۔ ایک

سال پہلے پھیپھڑوں کی تکلیف ہوئی تھی مگر آخری دو ماہ میں گردوں کی تکلیف ہوئی کہ گردے جواب دے گئے اور بالکل ناکارہ ہوگئے، ہر طرح کی تکلیف کے باوجود آخر وقت تک نمازیں ادا فرماتے رہے، حتّٰی کہ اوائل جون میں بعمر پچاس سال اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین کو اپنے جوارِ رحمت میں بلند مقامات سے نوازے۔ آمین۔ نیز قارئین کرام ان حضرات کے لیے ایصال ثواب بھی فرمائیں۔

دیباچہ

سیرۃِ مُبارک

مُحمّد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن اور تاریخ کے آئینے میں

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا سیّد محمّد میاں ادام اللہ معالیھم

(بقیہ شہریت (تمدن) اور شہری تہذیب)

مسہری

دہلی اور اطراف دہلی میں ہی نہیں بلکہ اس طرح کے جتنے بھی شہر ہیں ان کے عالیشان مکانات میں مسہری کو خوش حالی اور پر تکلف زندگی کی علامت مانا جاتا ہے، ہندی بھاشا میں اس کا نام چھپر کھٹ ہے کیونکہ اس کے چاروں پایوں پر حسین اور نازک ڈنڈے ہوتے ہیں جن کے اوپر خوبصورت چھتری ہوتی ہے، چھتری کے ساتھ چاروں طرف پردے ہوتے ہیں جن کے جھالر پٹیوں سے نیچے تک لٹکے رہتے ہیں، چھتری اور پردے اکثر ریشم کے ہوتے ہیں جن پر سنہری کشیدہ کاری ہوتی ہے - یہ پردے روئے عروس کے لئے نقاب بھی ہوتے ہیں اور مچھر دانی کا کام بھی دیتے ہیں۔

مسہری پر دری یا قالین خالی نہیں چھوڑی جاتی بلکہ اس پر خوبصورت چادر ہوتی ہے جس کے چاروں کنارے سیج بند سے کس دیئے جاتے ہیں، ریشم کی ڈوریاں جو موباف کی طرح ہوتی ہیں سیج بند کہلاتی ہیں ان میں کبوتر کے انڈے کی برابر ریشم کی گھنڈیاں ہوتی ہیں -

اس مسہری کی قدر و منزلت اور اس کے تکلفات آج بھی یورپ کے صوفا سیٹ سے کہیں زیادہ

ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ آرائش منزل کے کم از کم اس باب میں ہمارا تمدن عرب جاہلیت کے تمدن سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا، کیونکہ نہ صرف امراء اور رؤسا بلکہ متوسط درجہ کے خوشحال عرب کے گھر میں بھی مسہری ہوتی تھی، جس کو وہ حجلہ اور سیج بند کی گھنڈی کو زر الحجلہ[1] کہتے تھے۔ اور امراء القیس کی ناز پروردہ محبوبہ کے بستر پر تو مشک کے ریزے بھی بکھرے ہوئے ہوا کرتے تھے[2]۔

چلمن کا رواج عام تھا، اسلام نے تو ایک حد تک چلمن یعنی دروازے پر پردہ کو ضروری قرار دیا ہے[3]، لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا[4] نے اور ایسے ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا[5] نے بھی ایک مرتبہ یہ تکلف کیا کہ دروازہ پر عمدہ کپڑے کا پردہ آویزاں کر لیا جس پر پھول بوٹے تھے اور تصویر بھی تھی، ایک مرتبہ حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے طاق کو جو حجرہ کے ایک کونہ میں تھا ایک خوبصورت باتصویر طاق پوش

---

[1] شمائل نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ ایک عام لفظ ہے کیونکہ خاتم نبوت کو زر الحجلہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

[2] وتضحی فتیت المسک فوق فراشها نؤم الضحی لم تنتطق عن تفضل

یعنی اس قدر بے پرواہ اور فارغ البال ہے کہ سوتے سوتے دوپہر کر دیتی ہے، اور جب سو کر اٹھتی ہے تو اس کے بستر پر مشک کے ریزے بکھرے ہوتے ہیں، اور جب کپڑے پہن لیتی ہے تو کپڑے بھی ڈھیلے ڈھالے رہتے ہیں، کسی نوکر چاکر کی طرح کمر پر پٹکا نہیں باندھتی۔ (المعلقات السبعہ)

[3] کیونکہ کمرہ میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کی یہ اہمیت ہے کہ قرآن شریف میں اس کے متعلق ایک آیت نہیں بلکہ کئی آیتیں نازل ہوئیں مگر یہ اذن لینا اسی وقت ضروری ہے جب کمرے کے دروازہ پہ پردہ ہو یعنی چلمن پڑا ہو یا کمرے کا دروازہ بند ہو، البتہ مکان کا مسئلہ جدا ہے، مکان میں داخل ہونے کے لئے بہرصورت اذن لینا ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[4] بخاری شریف [5] ابوداؤد شریف۔

سے سجالیا[۱]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو اُترو ادیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پردے کو ایک غریب گھرانے میں بھجوا دیا کہ وہ پہننے کا کوئی کپڑا بنالیں۔

ان واقعات کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں تصاویر کی ممانعت فرمائی یہ تعلیم بھی دی کہ کپڑا انسانوں کے پہننے کے لئے ہے، دیواروں کو پہنانے یا دروازوں اور طاقوں کے سجانے کے لئے نہیں ہے۔

عائشہ صدیقہ یا سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما دولتمند نہیں تھیں، جن کی زینت فقر و فاقہ ہو ان کو خوش حال کہنا بھی مشکل ہے۔ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ دو دو مہینے گذر جاتے تھے اور چولھا ٹھنڈا پڑا رہتا تھا، چند کھجور اور پانی سد رمق کا ذریعہ ہوتا تھا، مگر یہ صرف ان کی سلیقہ مندی اور خودداری تھی کہ آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نشیمن کو خوش حال گھرانوں کی طرح ستھرا اور آراستہ رکھنا چاہتی تھیں۔ خانہ داری کے سلسلہ میں یحسبهم الجاهل اغنياء من التعفف کی عملی صورت یہی ہو سکتی ہے[۲]۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اسراف کو پسند نہیں فرمایا۔ مگر ان دونوں محترمہ کا یہ عمل اس دور کے عام رواج کی غمازی کرتا ہے۔

مذکورہ بالا چند تفصیلات کے تحت عرب کے آرامگاہ کی شان ملاحظہ فرمایئے:

فرش پر قالین، بیٹھنے کے لئے غالیچے اور مخملی گدے، کمر لگانے کے لئے تکیے، آرام کرنے کے لئے مسہری، دروازوں اور کمرے کے طاقوں پر پھولدار یا تصاویر کپڑے کے پردے یا موتیوں یا مونگوں کی لڑیاں جن کو "حبائل" کہا جاتا تھا۔

---

[۱] بخاری شریف۔

[۲] یعنی ان کے رکھ رکھاؤ کی شان یہ ہوتی ہے کہ جو شخص ان کے پوست کندہ حالات سے واقف نہیں ہوتا وہ ان کو غنی اور دولتمند سمجھتا ہے۔

[۳] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جذبہ کی تردید نہیں فرمائی البتہ اس میں اسراف کی ممانعت فرمائی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پردہ ایک غریب گھرانے میں بھجوا دیا، نیز تصویر کی ممانعت فرمائی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پردہ اتروا دیا۔

قرآنی اشارات:

ترغیب اور ترہیب کے موقع پر انہیں چیزوں کے نام لئے جاتے ہیں جو عام طور پر مشہور اور رائج ہوتی ہیں۔ اس بناء پر ہمیں قرآن حکیم سے بھی استدلال کا حق پہنچتا ہے۔ اب آپ ذیل کی چند آیتیں ملاحظہ فرمائیے اور عربوں کے تمدنی ذوق کا اندازہ لگائیے:

يلبسون ثيابا خضرا الخ (سورۂ کہف، آیت ۳۱)

متكئين على فرش بطائنها من استبرق (سورۂ رحمٰن)

متكئين على رفرف خضر وعبقري حسان (رحمٰن)

چند نام اور ملاحظہ فرمائیے جو مختلف آیتوں میں وارد ہوتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کا بھی رواج تھا:

مشکوٰۃ = طاق، شمعدان	—	اکواب = آبخورے	
مصباح = چراغ	—	علاوہ ازیں، قرطاس = کاغذ	
زجاج = شیشہ	—	سجل = دستاویز، کھاتہ	
کافور = کافور	—	صحف = جمع صحیفہ، کتابچہ	
قواریر = شیشے کے گلاس	—	قلم -	مداد = روشنائی

دسترخوان:

مغربی یورپ کا تو اس وقت ذکر ہی بے موقع ہے، وہ تو اس وقت تہذیب درکنار انسانیت کی ابجد سے بھی واقف نہیں تھا، مشرقی یورپ میں بیشک رومتہ الکبریٰ کا اقتدار سربفلک تھا وہ ایک تہذیب کا بھی مالک تھا، ممکن ہے اس کی تہذیب میں اس وقت بھی میز اور کرسی داخل ہو گئے ہوں۔¹ عرب

---

¹ ہم جس زمانہ کا ذکر کر رہے ہیں یہ چھٹی صدی عیسوی کا دور ہے، یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی کا دور...... اس سے تقریباً آٹھ سو برس بعد ۱۴۳۰ء میں اینٹس سلوئس نے (جو آگے چل کر پاپس دوم کے نام سے پوپ ہوا) جزائر برطانیہ کی سیاحت کی تھی، وہ لکھتا ہے کہ کسانوں کے مکان خشک چنائی کے پتھروں کے تھے جن میں

اس سے متاثر نہیں ہوتے۔ دوسری جانب ایران کی تہذیب تھی، یہاں کرسیاں نہیں تھیں البتہ تقریباً ایک بالشت اونچی چھوٹی چھوٹی چوکیاں ہوتی تھیں جن پر کھانا رکھا جاتا تھا، ان کو خوان کہا جاتا تھا، پیچھے گاؤ تکیہ آگے خوان پر کھانا۔ یہ ایرانی تہذیب تھی، چھوٹی تشتریوں اور پیالوں میں مختلف قسم کے سالن اور چٹنیاں ہوتی تھیں۔

مگر عربوں[1] کا مذاق اس سے مختلف تھا، یہ چمڑے کا بڑا دسترخوان زمین پر پھیلاتے اور بڑے طشت یا قاب میں کھانا رکھتے اور سب ساتھ کھاتے تھے، جو برتن ایشیائی ممالک میں آج رائج ہیں وہ اس وقت بھی تھے۔ ایسے بڑے بڑے ٹب بھی ہوتے تھے جن میں بیٹھ کر غسل کیا جاتا تھا، آفتابہ کا بھی استعمال عام تھا، البتہ ٹونٹی دار لوٹے نہیں ہوتے تھے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

چونا نہیں لگایا گیا تھا، چھتیں گھاس پھونس کی تھیں اور بیل کی ایک اینٹھی ہوئی کھال دروازے کا کام دیتی تھی، خوراک کی قسم سے وہ ساگ پات، موٹھ مٹر یہاں تک کہ درختوں کی چھال تک استعمال کرتے تھے، بعض مقامات کے باشندے روٹی کے نام تک سے واقف نہیں تھے، گارے سے لھسے ہوئے سرکنڈوں کی کوٹھریاں، بھدے اور بے ڈھنگے ٹٹوں کے گھر، بے دود کش کی بے رونق دھواں دار انگیٹھیاں، جوؤں، کھٹملوں اور پسوؤں سے بھرے ہوئے، جسمانی، اخلاقی غلاظستان کے بھٹ، سردی سے بچنے کے لئے بدن کے گرد پیال کے لپٹے ہوئے مٹھے، بخار سے سسکنے والے کسانوں کے لئے عاملوں اور سیانوں کے جھاڑ پھونک کے سوا اور کسی تدبیر کا نہ ہونا۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے کیسے ممکن تھا کہ آبادی ترقی کر سکے، مرد عورت اور بچے ایک ہی کوٹھری میں سوتے تھے اور گھر کے جانور بھی اس میں ٹھونس دیئے جاتے تھے۔ (معیار العلم والعلماء ص۱۳ و ص۱۴)

[1] علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے غالباً عرب کے تہذیب و تمدن پر تفصیلی نظر نہیں ڈالی اور عام خیال کے بموجب آپ نے بھی عرب کو پس ماندہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے، آپ نے تین دلیلیں پیش فرمائی ہیں (۱) تمدن اور اسباب معاشرت سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

لباس و پوشاک:

پہلے گذر چکا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوتے تو لوگ آپ کے گھر پر چڑھ دوڑے، سامنے کے میدان میں بہت بڑا ہجوم ہو گیا اس وقت مکہ کا ایک رئیس عاص بن وائل سہمی پہنچ گیا تھا اس نے پناہ کا اعلان کیا تھا جس کے بعد مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا تھا، آپ اس رئیس کے لباس پر نظر ڈالئے قمیص کی آستینوں میں ریشم کی گفیں ہیں، اوپر ریشمی قباء[1] یمن کا دھاری دار خاص کپڑا جس کو حبرہ کہا کرتے تھے اس کی چادر ہے اور اسی کپڑے کا تہبند ہے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

تعلق رکھنے والے الفاظ عربوں کے پاس نہیں تھے تو انھوں نے ایران وغیرہ سے لئے تھے، مثلاً سراویل (پاجامہ) شلوار سے، چراغ سے سراج، آب ریز سے ابریق (یعنی لوٹا)، مگر اس سے ایرانی تہذیب کا تقدم تو ثابت ہو سکتا ہے عربوں کی پسماندگی ثابت نہیں ہوتی، پسماندگی جب تھی کہ یہ چیزیں عرب میں رائج نہ ہوتیں۔

دوسری دلیل یہ کہ مدینہ منورہ میں چراغ کا رواج نہیں تھا، لوگ چھلنی بھی نہیں جانتے تھے مگر جب اسی مدینہ میں گدے، تکیے، مسہری، چارپائی، دروازوں پر پردوں کا رواج تھا تو صرف چراغ کا عام رواج نہ ہونے کو پیش کرنا قرین انصاف نہیں اس کا سبب یہ بھی تھا کہ تیل اتنا آسانی سے نہیں ملتا تھا۔ سرسوں کا تیل اب بھی عرب میں کمیاب ہے، پھر اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی تسلیم ہے کہ مدینہ تمدن میں مکہ کے ہم پلہ نہیں تھا، یہاں کاشتکار اور زمیندار رہتے تھے اور مکہ کے باشندے تاجر تھے۔

تیسری دلیل آپ نے یہ دی ہے کہ حشرات الارض کھائے جاتے تھے، تو اس طرح کے پس ماندہ آج کے دور میں بھی بعض علاقوں میں موجود ہیں جو کچھوا وغیرہ کھاتے ہیں۔ ایک مرتبہ بھنا ہوا گوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر رکھ دیا گیا آپ نے تناول نہیں فرمایا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ ہمارے یہاں (مکہ) میں یہ نہیں کھائی جاتی۔ بہر حال حضری یعنی شہری لوگ حشرات الارض کو قابل نفرت ہی سمجھتے تھے

[1] قبا من دیباج، بخاری شریف ص ۵۴۵۔

عرب کا تقریباً یہی لباس آج بھی ہے۔ سر پر رومال یا عمامہ کا طریقہ بھی تھا، رومال کو قناع کہا جاتا تھا۔ رومال پر "عقال" کا دستور غالباً اس وقت نہیں تھا۔

سردیوں میں برنس کا بھی استعمال ہوتا تھا (جو بران کوٹ کی طرح ہوتا تھا)، ہاتھوں میں قفازیں (دستانے) اور پیروں میں خفین، چمڑے کے موزے بکثرت استعمال ہوتے تھے۔

عورتوں کے لباس میں نطاق بھی تھا اس کو دوہرا تہ بند کہا جا سکتا ہے مگر دوہرا کرنے کی شکل یہ ہوتی تھی کہ چوڑائی میں دوہرا ہو جاتا تھا، یعنی اس کا عرض اتنا ہوتا تھا کہ ٹخنوں سے لیکر سر تک پہنچ جاتا تھا، بیچ میں کمر بند باندھ لیا کرتی تھیں، پھر اوپر کا حصہ جو سر تک پہنچا ہوا ہوتا تھا نیچے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس میں کنی اور حاشیہ بھی ہوتا تھا جو ٹخنوں اور پنڈلیوں پر رہتا تھا اور اس سے خاص زیبائش ہو جاتی تھی۔

سنگار:

چاندی سونے کے علاوہ ہاتھی دانت، مونگا، موتی، سیپ وغیرہ کے زیورات بھی استعمال کئے جاتے تھے، ان کی تفصیل طویل بھی ہے اور بے سود بھی۔ خاص بات یہ ہے کہ معرکوں میں بھی عورتیں زیورات پہن کر جاتی تھیں۔ رؤسا قریش کی بیگمات جب گھبرا کر بدحواس بھاگیں تو ازاریں سمیٹ رکھی تھیں، پنڈلیوں میں ٹخنوں سے اوپر جو پازیب (خلخال) تھے وہ کھل گئے تھے[1]۔

دانتوں اور منہ کی صفائی کا خاص خیال رکھا جاتا تھا، شعراء اشعار تشبیب میں اس کا ذکر مزے لے لیکر کیا کرتے تھے، "عدیل بن فرج عجلی" کے چند اشعار سے آپ بھی لطف اندوز ہو لیجئے:

الا یا اسلمی ذات الدمالج والعقد ۔۔۔ وذات الثنایا الغر والفاحم الجعد

وذات اللثات الحم والعارض الذی ۔۔۔ به ابرقت عمدا بابیض کالشهد

کان ثنایاهن اغتبقن مدامة ۔۔۔ ثوت حججا فی راس ذی قنة فرد

(دیوان حماسہ)

ترجمہ

ہاں ہاں زندہ باش حسن کی دیوی، جو بازو بند اور ہار سے آراستہ ہے، دانت آبدار

---

[1] قد بدت خلاخلهن ۔ بخاری شریف ص ۵۷۹

بال بہت سیاہ گھونگریالے۔

• مسوڑھے مسی سے سیاہ، سامنے کے دانت صاف شفاف چمکدار جنمیں خاص طور سے سفید رنگ کے لعاب دہن نے چمک پیدا کردی ہے جو شہد کی طرح شیریں ہے۔

• سامنے کے دانتوں میں ایسی ہلکی سرخی ہے جیسے شراب کہنہ نوش جان کی ہو اور وہ شراب بھی ایسی ہو کہ اونچے پہاڑ کی اکیلی چوٹی پر جس کی برابر کوئی دوسری چوٹی نہ ہو رکھی رہی ہو جس کی وجہ سے نشہ اور اس کا ارغوانی رنگ پختہ ہوگیا ہو۔

خوشبو :

خوشبو سے گویا عرب کو عشق تھا، مشک، عنبر اور زعفران تو عام تھا، زعفران میں کپڑے بھی رنگا کرتے تھے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی خوشبوئیں تھیں جن کو غازہ کی طرح غسل میں یا غسل کے بعد استعمال کیا کرتے تھے۔

امرء القیس کا یہ طرب انگیز شعر محض شاعرانہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے:

اذا قامتا تضوع المسک منھما
نسیم الصباجاءت بریا القرنفل

(پہلی بیوی اور دوسری بیوی دونوں کی شان یہ تھی کہ) جب کھڑی ہوتی تھیں تو مشک کی ایسی تیز خوشبو مہکتی تھی کہ معلوم ہوتا تھا قرنفل (لونگوں) کے باغیچہ سے نسیم صبا کا جھونکا آگیا ہے۔

مدینہ کے ایک یہودی رئیس نے بڑے فخر سے کہا تھا "عندی اعطر سید العرب"[۱]

کچھ زیورات ایسے ہوتے تھے جن میں مشک وغیرہ کے سفوف بھر دیئے جاتے تھے[۲] ان سے خوشبو مہکتی رہتی تھی۔

یہ تھی عام عرب کی تہذیب اور ان کا تمدن۔ مگر ہمارے پیشِ نظر خاص طور پر مکہ معظمہ ہے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مولدِ پاک اور آفتابِ اسلام کا مشرق ہے، آئندہ ابواب میں مکہ کے حالات ملاحظہ فرمائیے۔

۱؎ بخاری شریف ص۵۷۵ ای اعطر نساء سادات العرب (مجمع البحار)

۲؎ مثلاً قسط اظفار یا جزع اظفار (مجمع البحار لفظ ظفر)

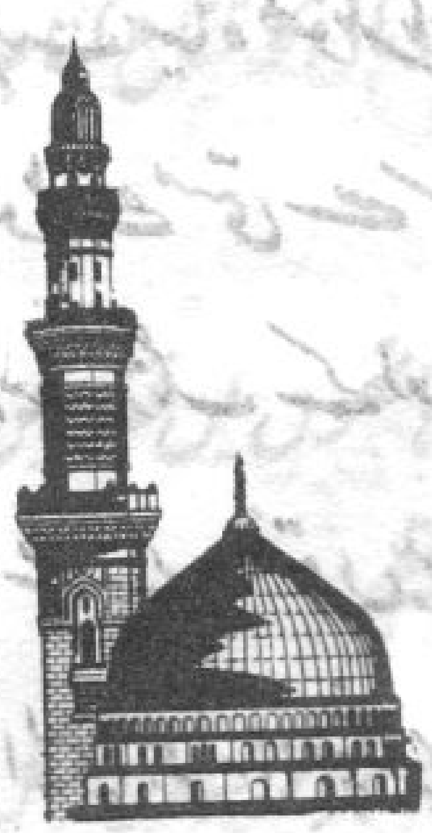

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قسط ۲

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ

وَلِنُوْرِہٖ مِنْ فَیْضِ نُوْرِ اِلٰھِہٖ — مِنْ قَبْلِ خَلْقِ الْکَائِنَاتِ سَنَاءٗ

آپ کے نور کو نورِ الٰہی کے فیض سے — تمام مخلوقات کی پیدائش سے پہلے ہی چمک دمک تھی

اِذْ تَابَ اٰدَمُ دَاعِیًا بِمُحَمَّدٍ — قَدْ قِیْلَ کَیْفَ عَلِمْتَ وَھُوَ خَفَاءٗ

جب کہ آدمؑ نے محمدؐ کے نام سے دعا کر کے توبہ کی — ان سے کہا گیا کہ محمدؐ کو کیسے تم نے جان لیا حالانکہ وہ خفا میں ہیں

فَاَجَابَ مَکْتُوْبٌ عَلَی الْعَرْشِ اسْمُہٗ — وَمِنَ الْمُحِبِّ عَلَی الْحَبِیْبِ ثَنَاءٗ

جواب دیا کہ عرشِ معلّی پر ان کا نام لکھا ہوا ہے — اور محب کی طرف سے محبوب کی ہی تعریف ہوتی ہے

فَاَفَادَہُ الرَّبُّ الْجَلِیْلُ بِاَنَّہٗ — لَوْلَاہُ لَمْ تَکُ اَنْتَ وَالْاَشْیَاءٗ

اللہ تعالیٰ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہاں — اگر وہ نہ ہوتے تو نہ تم ہوتے نہ اور چیزیں ہوتیں

بِمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ مَبْعُوْثٌ لَّھُمْ — "خُلُقٌ عَظِیْمٌ" بُدُّدُہٗ وَعَبَاءٗ

آپ بہت اعلیٰ اخلاق کے ساتھ مبعوث کیے گئے ہیں — "عظیم خلق" ہی آپ کی [illegible] اور عبا ہے

فَعَلَی الْاِسَاءَۃِ وَالْخَطَاءِ مِنَ الْوَرٰی — عَفْوٌ وَصَفْحٌ بَلْ لَھُمْ اِسْدَاءٗ

اس لیے برائی اور خطاؤں پر جو مخلوق سے ہوں — معافی و درگزر ہے جبکہ ان پر احسان کرتا ہے

وَلَہٗ عَلٰی ھَتْکِ الْمَحَارِمِ شِدَّۃٌ — وَتَبَسُّمٌ اِنْ نَالَہُ الْاِیْذَاءٗ

آپ میں اللہ کی حرمت والی چیزوں کی بے حرمتی پر سختی تھی — اور تبسم تھا اگر خود آپ کو اذیت پہنچے

فَعَلَى الْمُخَاطِ بِمَسْجِدٍ غَضَبٌ لَهٗ   وَبِطَائِفٍ بَعْدَ الْجُرُوحِ دُعَاءٗ

اس پیے ایک مسجد میں ناک کی ریزش پر تو غصہ ہوا   اور طائف میں زخموں کے بعد دعاء ہوئی

مَا بَاتَ لَيْلاً دِرْهَمٌ فِيْ بَيْتِهٖ   بَلْ بَاتَ جُوْعٌ فَوْقَهُ الْحَصْبَاءُ

رات بھر ایک درہم (۳ ماشہ چاندی) بھی آپکے گھر میں نہ رہ سکی   بلکہ رات بھر بھوک رہی اور اس کے اوپر پتھر یان

يَسْخُوْ بِقِنْطَارٍ وَلَيْسَ بِدَارِهٖ   شَيْءٌ غَدَاءٌ مِنْهُ ثُمَّ عَشَاءٌ

مال دولت کے ڈھیر کی سخاوت فرماتے اور گھر میں کوئی   ایسی چیز نہ ہوئی جس سے صبح اور پھر شام کا کھانا ہو جائے

جُوْدٌ لَهٗ اَنْ لَا يُخَيَّبَ سَائِلٌ   مُنَحٌ وَاِنْ لَمْ يَاْتِهٖ اسْتِجْدَاءٌ

آپکے یہاں بہت سخاوت تھی کہ کوئی سائل ناکام نہ رہ جائے   اور بہت عطایا تھے اگرچہ عطیہ مانگنے والے خود نہ آتے

سُلْطَانُ كُلِّ الْكَائِنَاتِ وَاِنَّهٗ   قَدْ عَاشَ مِسْكِيْنًا عَلَيْهِ كِسَاءٌ

کل مخلوقات کے بادشاہ تھے اور خود مسکین ہو کر   زندگی گزاری کہ آپ پر ایک کمبل ہوتا تھا

وَمَعَ الْمَسَاكِيْنَ الرَّجَاءُ لِحَشْرِهٖ   طُوْبٰى لَهُمْ كَمْ كَانَ مِنْهُ دُعَاءٌ

آپکو امید یہ تھی کہ مسکینوں میں قیامت میں میرا حشر ہوگا   مسکینوں کو مژدہ ہو کہ بارہا آپکی طرف سے اسکی دعاء تھی

قَدْ كَانَ فِيْهِ لِكُلِّ عَبْدٍ اُسْوَةٌ   كَيْ يَتْبَعُوْهُ وَهُمْ لَهٗ نُظَرَاءُ

آپ میں ہر بندے کے لیے ایک نمونہ ہے   تاکہ ایسے آپ کا اتباع کریں کہ گویا آپکی نظر میں ہیں

وَمُوَاصِلٌ صَوْمًا بِصَوْمٍ نَاهِيًا   اَصْحَابَهٗ وَلَهُمْ بِذَالِكَ نِدَاءٌ

اور آپ ایک روزہ کو دوسرے روزہ سے متصل کر دیتے تھے   صحابہ کو اس سے منع کرتے ہوئے اور انکو یہ اعلان تھا

اَنْ اَيُّكُمْ مِثْلِيْ فَرَبِّيْ عِنْدَهٗ   لِيْ مِنْهُ اِطْعَامٌ وَمِنْهُ سِقَاءٌ

کہ تم میں کون ہے میری طرح کا کیونکہ میرے رب کے پاس   سے میرے لیے تو کھلانا بھی ہے پلانا بھی ہے

مِنْ اَرْضِ مَكَّةَ نَحْوَ اَقْصٰى ثُمَّ مِنْهُ اِلَى الْعُلٰى فِي الْيَقْظَةِ الْاِسْرَاءُ

مکہ شریف کی زمین مسجد اقصیٰ پھر وہاں سے آسمان کی بلندیوں تک بیداری میں معراج مبارک ہوئی

لِلْعَالَمِ الْاَعْلٰى وَمَنْ سَكَنَ الْعُلٰى .   هٰذَا لِاَسْرَارِ الْهُدٰى اِبْدَاءٌ

عالم بالا اور اس کے ساکنوں کے لیے یہ معراج   ہدایت کے رازوں کا ظاہر کرنا تھا (کہ وہ بھی امتی ہیں)

وَجَوَامِعُ الْكَلِمِ الْفَصِيحَةِ لَفْظُهُ
اور فصیح جامع کلمات آپ کے نطق تھے (لفظ کم معنی بہت)
حَارَتْ بِهَا الْفُصَحَاءُ وَالْبُلَغَاءُ
جن سے تمام فصیح و بلیغ لوگ حیران رہ گئے

وَجْهٌ لَهُ اللَّمَعَانُ كَانَ بِضَوْئِهِ
چہرہ مبارک میں چمک تھی کہ اس کی روشنی سے
فِي اللَّيْلِ تَبْدُو الْإِبَرُ وَالْأَقْذَاءُ
رات میں سوئیاں اور تنکے ظاہر ہو جاتے تھے

عَرَقٌ كَرَيْحَانٍ وَوَرْدٍ فَائِحٌ
پسینہ مبارک پھلواریوں اور گلاب کی طرح خوشبودار تھا
كَالْعِطْرِ تَأْخُذُ لِلزَّوَاجِ نِسَاءُ
عطر کی طرح شادیوں میں عورتیں لے جاتی تھیں

تَأْدِيبُ رَبِّ النَّاسِ فِي تَعْلِيمِهِ
تہذیب و تعلیم خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے
مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ فَنِعْمَ حِبَاءُ
بغیر کسی درمیانی واسطہ کے کیسا اچھا عطیہ تھا

اَلْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ عُلُومُهُمْ
اوّل زمانہ اور آخر زمانہ کے لوگوں کے سب علوم
فِي عِلْمِهِ مَجْمُوعَةٌ سَحَّاءُ
آپ کے علم میں جمع ہو کر برستے تھے۔

إِذْ رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِينَ ظُهُورُهُ
جب کہ کل جہانوں پر رحمت کے لیے آپ کا ظہور ہے
لَمْ يُحْرَمِ الثَّقَلَانِ وَالْأَشْيَاءُ
تو جن و انس اور سب چیزیں کوئی رحمت سے محروم نہیں

فَالْكُلُّ فِي أَمْنٍ بِهِ أَنْ يُخْسَفُوا
سب کے سب اس سے امن میں ہیں کہ زمین میں دھنسا دیے جائیں
أَوْ يُهْلَكُوا وَيَكُونُ الْاِسْتِقْصَاءُ
یا ہلاک کر دیے جائیں اور بالکل صفایا ہو جائے

تَنْشَقُّ أَرْضُ الْحَشْرِ عَمَّنْ تَحْتَهَا
محشر کی زمین اپنے نیچے کے لوگوں سے شق ہو گی (سب نکلیں گے)
هُوَ أَوَّلُ مِمَّنْ لَهُمْ إِحْيَاءُ
حضور ان سب سے اوّل ہوں گے جن کو زندگی ملے گی

إِذْ يُحْشَرُ النَّاسُ الْجَمِيعُ بِمَحْشَرٍ
جب کہ سب لوگ محشر میں جمع کیے جائیں گے
بِيَمِينِهِ لِلْحَمْدِ فِيهِ لِوَاءُ
آپ کے ہی داہنے ہاتھ میں حمد الٰہی کا جھنڈا ہو گا

اَلْمُرْسَلُونَ جَمِيعُهُمْ فِي مَفْزَعٍ
تمام انبیاء و رسل گھبراہٹ میں ہوں گے
تَحْتَ اللِّوَاءِ لَهُ لَهُمْ إِيوَاءُ
آپ کے جھنڈے کے نیچے ہی سب کو پناہ دی جائے گی

وَلَهُ الْوَسِيلَةُ وَالْفَضِيلَةُ مِنْحَةٌ
آپ ہی کے لیے وسیلہ و فضیلہ کے مقاماتِ عالیہ عطیہ ہیں
وَمَقَامُهُ الْمَحْمُودُ فِيهِ ثَوَاءُ
اور آپ کے مقامِ محمود ہی میں آپ کا قیام ہو گا

بِیَمِیْنِ عَرْشِ اللّٰہِ حِیْنَ حِسَابِھِمْ   وَالنَّاسُ فِیْ فَرَقٍ لَھُمْ غَوْغَاءُ

حساب کے وقت آپ عرشِ الٰہی کے دھانے پر ہونگے   اور سب لوگ خوف میں شور و شغب والے ہونگے

ذُوْ الْکِیْمِیَاءِ بِنَظْرَۃٍ اِذْ فَاسِقٌ   ھُوَ مُقْتَدًی لَمَّا اَتَاہُ لِقَاءُ

کیمیا والے تھے ایک نگاہ میں ہی کیونکہ بڑا گنا ہگار   بھی مقتدیٰ بن جاتا تھا جب اس سے حضور کی ملاقات ہو جاتی تھی

قَوْمٌ لَھُمْ ظُلْمٌ وَقَھْرٌ قَبْلَہٗ   امسوا الکل انھم اخاءُ

ایک قوم کہ آپ سے پہلے ان کا ظلم و قہر تھا   وہ سب کے لیے ایسے ہوگئے کہ وہ سب بھائی بھائی ہیں

قَوْمٌ بِھِمْ بَعْضٌ لِبَعْضٍ قَاتِلٌ   اَلْیَوْمَ فِیْمَا بَیْنَھُمْ رُحَمَاءُ

وہ قوم جس میں بعض بعض کے قاتل ہوتے تھے   آج سب آپس میں رحمدل ہیں۔

قَوْمٌ عَلَی الْاَقْوَامِ مِنْھُمْ غَارَۃٌ   فَکَاَنَّھُمْ اٰبَاءُ اَوْ اَبْنَاءُ

وہ قوم کہ دوسری سب قوموں پر ان کی غارت تھی   وہ گویا سب باپ یا بیٹے ہیں

قَوْمٌ لَھُمْ بِالْفُحْشِ فَخْرٌ وَالْخَنَا   فَبِھِمْ تَبَاھَتْ عِفَّۃٌ وَحَیَاءُ

وہ قوم جن کے لیے فحش اور بدزبانی فخر تھی   انہی پر عفت اور حیا کو فخر ہو رہا ہے

قَوْمٌ خَبِیْثًا طَیِّبًا مَا مَیَّزُوْا   فَلَھُمْ عَنِ الْمَکْرُوْہِ الْاٰنَ اِبَاءُ

وہ قوم جو خبیث اور پاکیزہ میں امتیاز نہ کرتی تھی   ان کو اب ہر مکروہ سے بھی انکار ہے

قَوْمٌ عَلَی الْاِشْرَاکِ قَدْ طُبِعُوْا فَبِالتَّوْحِیْدِ کُلَّ الْعَالَمِیْنَ اَضَاءُوْا

وہ قوم جس کے لیے شرک طبیعتِ ثانیہ تھا توحید الٰہی سے انھوں نے ہی تمام جہانوں کو روشن کر دیا

قَوْمٌ لَھُمْ ذُلٌّ لَدٰی اَقْرَانِھِمْ   مِنْھُمْ عَلٰی اَقْرَانِھِمْ اُمَرَاءُ

وہ قوم جن کو ہمعصروں کے یہاں ذلت تھی   انہی میں سے بعض انکے ہمعصروں پر بادشاہ اور حاکم ہیں

قَدْ کَانَ قَوْمٌ اُمَّۃً اُمِّیَّۃً   لٰکِنَّھُمْ فِی الْعَالَمِ الْعُلَمَاءُ

ایک قوم کہ ان پڑھ جماعت تھی   لیکن سارے جہاں میں وہی عالم ہیں

لَمْ یَقْرَءُوْا لَمْ یَحْسُبُوْا لَمْ یَکْتُبُوْا   لٰکِنْ لَھُمْ لِلْعَالَمِ الْاِعْیَاءُ

نہ پڑھا نہ حساب سیکھا نہ لکھنا سیکھا   لیکن تمام عالم کو عاجز کر ڈالا

وَخَلَائِقٌ مَا عِنْدَهُنَّ خَلَائِقٌ فِيهِنَّ لِلْخُلُقِ الْكَرِيمِ لِوَاءُ

وہ خلقت کہ ان کے یہاں اخلاق ہی نہ تھے انہی میں عمدہ اخلاق کے جھنڈے نصب ہیں

مَنْ كَانَ شِرِّيبًا وَصَاحِبَ مَيْسِرٍ أَوْ مُذْنِبًا فَإِذَا هُمُ الصُّلَحَاءُ

جو شخص شرابی جواری یا گناہگار تھا یکایک وہی نیک پارسا ہیں

مَنْ كَانَ فِيهِمْ فَاخِرًا مُتَكَبِّرًا لِلْكُلِّ خَفْضٌ مِنْهُ وَالْإِصْغَاءُ

جو کوئی ان میں فخر وتکبر کرنیوالا تھا سب کیلیے اسی کی طرف سے پستی اور توجہ ہے

مَنْ كَانَ مُغْتَابًا حَسُودًا مُبْغِضًا قَدْ فَاضَ مِنْهُ لِكُلِّهِمْ إِسْدَاءُ

جو کوئی غیبت، حسد اور بُغض والا تھا اسی کی طرف سب کے لیے احسانات بہہ پڑے ہیں

مَنْ كَانَ فَتَّانًا أَلَدَّ خُصُومَةً هُوَ لَيِّنٌ لِلْكُلِّ مِنْهُ وِلَاءُ

جو کوئی فتنہ پرور جھگڑالو تھا وہی نرم مزاج ہے کہ سب کے لیے اسکی دوستی ہے

مَنْ كَانَ مِسِّيكًا بَخِيلًا قَابِضًا لِلسَّائِلِينَ الْيَوْمَ مِنْهُ سَخَاءُ

جو کنجوس بخیل جمع رکھنے والا تھا آج سائلوں کے لیے اسی طرف سے سخاوت ہے۔

مَا مَدْحُ عَبْدٍ عَاجِزٍ لِجَنَابِهِ لِلّٰهِ خَالِقِهِ عَلَيْهِ ثَنَاءُ

حضورؐ کی بارگاہ کے لیے ایک عاجز بندہ کی کیا مدح ہوسکتی ہے، ان کے پیدا کرنے والے خداتعالیٰ کی طرف سے ہی انکی تعریف ہے

أَصْحَابُهُ وَهُمُ الْعُدُولُ جَمِيعُهُمْ هُمْ حَافِظُو أَحْكَامِهِ الْأُمَنَاءُ

حضورؐ کے صحابہ جو سب کے سب نہایت معتبر ہیں وہی آپ کے احکام کے محافظ اور امین ہیں

هُمْ كَالنُّجُومِ مَنِ اقْتَدَىٰ بِهِمُ اهْتَدَىٰ وَلِرَبِّنَا عَنْهُمْ وَعَنْهُ رِضَاءُ

وہ سب ستاروں کی طرح ہوئے جو ان کی پیروی کرتا ہے ہدایت یاب ہوتا ہے اور ہمارے رب کی ان سے اور اس سے بھی رضا ہے

نُخَبٌ لِنُصْرَةِ دِينِهِ وَنَبِيِّهِ هَلْ فِي الدُّهُورِ كَمِثْلِهِمْ سُعَدَاءُ

یہ حضرات منتخب کیے ہوئے ہیں اللہ کے دین اور انکے نبی کی مدد کیلیے کیا سارے زمانوں میں کہیں انکے جیسے نیک لوگ کبھی ہوئے ہیں

مَا فِي تَلَامِذَةٍ فَمِنْ أُسْتَاذِهِمْ وَكَمَالُهُمْ لِكَمَالِهِ إِفْشَاءُ

شاگردوں میں جو کچھ ہوتا ہے وہ انکے استاد سے حاصل ہوتا ہے ان کے کمالات استاد کے ہی کمال کا اظہار ہوتے ہیں

خَطَرٌ عَظِیْمٌ نَقْصُهُمْ اَوْ بُغْضُهُمْ   لَهُمَا اِلٰی اُسْتَاذِهِمْ اِفْضَاءٌ

بڑا عظیم خطرہ ہے ان کی تنقیص یا ان سے بغض رکھنا   ان دونوں کی پہنچ تو انکے استاد کی طرف ہوگی (العیاذ باللہ)

یَا مُبْغِضًا مَهْ اِنَّهُمْ اَحْبَابُهٗ   بُغْضُ الْاَحِبَّةِ لِلْحَبِیْبِ عِدَاءٌ

اے ان سے بغض رکھنے والے رک جا وہ تو حضور کے دوست ہیں   اور دوستوں کا بغض محبت والے کے لیے عداوت ہوتا ہے

وَهُمُ الْاَسَاتِذَةُ الْكِرَامُ لِدِیْنِنَا   اَلْحَقُّهُمْ مِنَّا كَذَالِكَ اَدَاءٌ

اور وہ سب ہمارے دین کیلیے استادان کرام ہیں   تو کیا ہماری طرف سے استادوں کے حق کی یہی ادائیگی ہے

فَحَذَارِ ثُمَّ حَذَارِ اَنْ تُبْلٰی بِهِمْ   لَا رَیْبَ تِلْكَ الْفِتْنَةُ الْعَمْیَاءُ

لہٰذا تم بچو اور خوب بچو اس سے کہ انکی وجہ سے فتنہ میں مبتلا کیے جاؤ۔   بے شک یہ بڑا سخت ترین فتنہ ہے

یَا رَبِّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی   تَعْدَادَ مَا فِیْ عِلْمِكَ الْاَشْیَاءُ

اے میرے پروردگار نبی مصطفٰےؐ پر رحمتیں نازل فرما   اس تعداد میں کہ جتنی آپ کے علم میں چیزیں ہیں۔

سَلِّمْ عَلَیْهِ سَلَامَ مَجْدٍ دَائِمًا   مُتَضَاعِفًا لَمْ یُحْصِهِ الْاِحْصَاءُ

ان پر بزرگی کا سلام بھیج ہمیشہ روز بروز بڑھتا رہنے والا   کہ جس کا کوئی احاطہ نہ کر سکے

وَالْاٰلِ وَالْاَزْوَاجِ مَنْ طَهَّرْتَهُمْ   هُمْ صَفْوَةُ الْكَوْنَیْنِ وَالشُّرَفَاءُ

اور آلِ پاک ازواج پاکیزہ پر جن کو آپ نے پاکیزہ بنایا ہے   وہی تو دو جہان میں سب سے زیادہ مصفّٰی اور شریف ہیں

وَعَلٰی صَحَابَتِهٖ وَاَتْبَاعٍ وَمَنْ   اَخْلَافُهَا الْعُلَمَاءُ وَالصُّلَحَاءُ

اور ان کے صحابہ پہ اور تابعین اور ان لوگوں پر جو   ان کے بعد کے علماء ہیں صلحاء ہیں

وَادْفَعْ بِهَا الْاٰلَامَ عَنَّا كُلَّهَا   وَاكْفِ الْعِدٰی فَلَقَدْ طَغَا الْاَعْدَاءُ

اور اس صلوٰۃ وسلام کی بدولت ہماری سب تکلیفیں دور فرما دیجیے   اور دشمنوں سے ہمیں کافی ہو جائیے کہ دشمنوں نے بہت سر اٹھا رکھا ہے

صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا وَعَلَیْهِمْ   فَلِكُلِّ دَاءٍ فِی الصَّلٰوةِ دَوَاءٌ

سب حضور پر درود و سلام پڑھو اور ان سب پر بھی   کیونکہ ہر مرض کے لیے درود میں ہی دوا ہے

عکسِ حیات

مرسلہ

الحاج عبدالکریم صاحب صابر

ذیل میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی مختصر ترین روداد زندگی درج ہے بہتر تھا حضرتؒ کی سوانح کچھ شرح وبسط سے آجاتی لیکن کچھ مختلف مجبوریوں کے باعث ہم اس مجمل ترین سوانحی خاکے پر ہی اکتفا کرتے ہیں جو اپنے اختصار کے باوجود بایں معنی انتہائی قدرومنزلت رکھتا ہے کہ اس کی ترتیب خود صاحب سوانح کے اشہب قلم کی مرہونِ منت ہے ——— صابر

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ امابعد

چونکہ ارشادِ خداوندی وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ تحدیث اور اظہار نعماء اللہ کو واجب قرار دیتا ہے — بنابریں حسب مقام بعض امور کا ذکر نہ صرف مناسب بلکہ ضروری خیال کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے بے شمار اور عظیم الشان مادی اور معنوی نعمتوں کی اس ظلوم وجہول ننگ خاندان پر بارش فرمائی۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ

من آں خاکم کہ ابرِ نوبہاری — کند از لطفِ برمن قطرہ باری

ان گرانمایہ نعمتوں سے یہ عظیم الشان نعمت بھی ہے کہ ۱۳۱۶ھ شعبان میں جب کہ میں تقریباً تمام کتب درسیہ اور ان کے آخری امتحان سے فارغ ہوا تھا اور اسی مہینہ کی آخری تاریخوں میں حضرت والد مرحوم ومغفور نے سفر حجاز کا مع اپنے جملہ متعلقین کے اعلان کر دیا تھا، باشارہ شیخ الہندؒ قدس سرہ العزیز وباصرار برادر بزرگ مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم آستانہ حضرت قطب الاقطاب سرگروہِ اولیا سید العارفین امام زماں مولانا رشید احمد صاحب حنفی انصاری چشتی صابری نظامی نقشبندی قادری سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز حاضر ہوا اور بوسیلہ حضرت اُستاد جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی مرحوم ومغفور استدعا بیعت طریقت و

ارشاد پیش کی۔ حضرتؒ نے بلا چون وچرا درخواست قبول فرما کر سلاسل اربعہ میں بیعت فرما لیا اور ارشاد فرمایا کہ چونکہ تو مکۃ معظمہ جا رہا ہے اور وہاں حضرت مرشد قطب العالم سید العارفین مولانا الحاج امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز موجود ہیں۔ انہی سے ذکر وشغل کی تلقین حاصل کر لینا۔ چنانچہ اسی روز وہاں سے روانہ ہو کر دیوبند ہوتا ہوا وطنِ مالوف پہنچا۔ خدا کے فضل وکرم سے اس بیعتِ مبارکہ کے آثار اسی دن سے میں اپنے میں پانے لگا۔ رویائے صالحہ کا سلسلہ بھی جب ہی سے شروع ہو گیا۔

چونکہ اُس زمانہ میں سفرِ حجاز کے لیے صرف بندرگاہ چاٹگام (بنگال) کھلا ہوا تھا۔ سیواحل وغیرہ پر طاعون کے زور شور کی بنا پر قرنطینوں کی بھی سختیاں تھیں۔ اس لیے بہت زیادہ زمانہ مکۃ معظمہ پہنچنے میں صرف ہو گیا۔ یہاں تک کہ آخر ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ میں تین ماہ متواتر سفر میں گزارنے پر مکۃ معظمہ پہنچنا ہوا۔ بعد از انتظامِ اقامت وضروریاتِ مناسک سید العارفین قطب العالم جناب حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں شرف یابی کی نعمت حاصل ہوئی۔ حضرت حاجی صاحب موصوف سے مولانا گنگوہیؒ کا بیعت فرمانے کے بعد ارشاد و تلقین کو حضرتؒ پر محول فرما دینا مع دیگر پیغامات ذکر کیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے نہایت شفقت فرمائی اور پاس انفاس کی تلقین کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہر روز بوقت صبح ہمارے یہاں حاضر ہو کر یہی عمل کیا کرو۔ اس زمانہ میں تقریباً آٹھ بجے صبح سے دس گیارہ بجے تک اذنِ عام ہوتا تھا۔ مولانا محب اللہ مرحوم مثنوی شریف پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حسب ارشاد روزانہ حاضر ہوتا رہا۔ حج وعمرہ کے مناسک سے فارغ ہونے پر اواخر ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ میں بوقتِ روانگی قافلہ مدینہ منورہ بعد از ظہر حاضر ہوا۔ اگرچہ وہ وقت عام اجازت کا نہ تھا مگر حضرتؒ نے بارگاہ میں بلایا۔ باوجودیکہ اس وقت بہت ضعف تھے۔ پلنگ پر لیٹے ہی رہا کرتے تھے۔ پہنچنے پر بیٹھ گئے اور غایت شفقت سے بلا کر میرے اور بھائی سید احمد صاحب کے سر پر اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیر کر فرمایا کہ تم کو اللہ کے سپرد کیا۔ چونکہ اس ارشاد پر میں نے سکوت کیا تھا فرمایا کہو میں نے قبول کیا۔ حسب ارشاد دونوں نے وہاں سے رخصت ہو کر تبرزیہ کی جگہ (بیرونِ مکۃ معظمہ جہاں پر قافلہ روانگی کے وقت جمع ہوا کرتا تھا) پر پہنچا۔ دو تین دن ہی گزرے تھے۔ منزل رابع کی شب میں جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارتِ باسعادت خواب میں نصیب ہوئی۔ یہ سب سے پہلی زیارت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر قدموں پر گر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا مانگتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت جو کتابیں میں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں اُن کے متعلق اتنی قوت حاصل

ہو جائے کہ مطالعہ میں نکال سکوں۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ تجھ کو دیا۔ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ کی ابتدائی تاریخوں میں مدینہ منورہ پہنچا۔ وہاں پہنچنے پر قیام گاہ اور معیشت کے اس قدر الجھاؤ پڑے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے تعلیم کردہ شغل پر عمل نہ کر سکا فقط مکہ معظمہ کے قیام کی مدت میں اس پر عمل پیرا رہا تھا۔ بالآخر اسی سال ماہ جمادی الثانیہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا وصال ہو گیا۔ اِس کے بعد مجھ کو شوقِ سلوک پیدا ہوا تعلیم کردہ ذکر کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا کرتا تھا مگر چونکہ بدن میں حرکت پیدا ہوتی تھی، اس لیے لوگوں کو مطلع ہونے کا خیال اس امر کا باعث ہُوا کہ بیرونِ شہر قریب مسجد اجابہ بعض افتادہ کھجوروں کی جھاڑیوں میں جا کر تنہائی میں جب تک جی لگے ذکر کیا کروں۔ چنانچہ اس حالت پر ایک زمانہ گزرا۔ اس اثنار میں رویائے صالحہ اور حالتیں پیش آتی تھیں گنگوہ شریف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بذریعہ مکاتیب پیش کرتا رہتا تھا۔ الطافِ بیکراں کے ساتھ ہمیشہ حضرتؒ جوابات میں مفید ارشادات کے ساتھ اعانت فرماتے رہے۔ اس اثنار میں ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ گیارہ حضرات اولیاء اللہ میں سے تشریف لائے ہیں اور فرمایا کہ ہم تجھ کو اجازت دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں حاضرِ خدمت ہُوا تھا کہ ایک تہائی کھجور کا عنایت فرمایا اور کہا کہ باقی دو ثلث دُوسرے مشائخ طریقت کے ذریعہ سے تجھ کو دیے جائیں گے۔ اِس قسم کے بہت سے خواب دیکھے۔ بالآخر ۱۳۱۸ھ کے رمضان یا شوال میں کرامت نامہ پہنچا کہ تجھ کو ایک مہینہ کے لیے گنگوہ آجانا چاہیئے۔ اس پر حضرت والد صاحب مرحوم نے ارادہ فرمایا کہ صرف مجھ کو گنگوہ شریف بھیجیں۔ بڑے بھائی صاحب مرحوم کو وہاں کی حاضری کا بہت زیادہ شوق تھا۔ وہ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ میں خفیہ طریقے پر بقصد حاضری گنگوہ شریف روانہ ہو گئے۔ اگرچہ حضرت والد صاحب کا قصد یہ تھا کہ بعد از حج جب کہ قوافل مدینہ منورہ سے جدہ واپس ہوں گے اس وقت مجھ کو بھیجیں گے مگر بھائی صاحب کی تنہائی کی بنار پر حکم فرمایا کہ تو بھی ابھی چلا جا۔ چنانچہ میں براہ ینبع البحر جدہ پہنچا تو معلوم ہُوا کہ بھائی صاحب مرحوم جہاز نہ ملنے اور حج کے قریب ہو جانے کی بنار پر مکہ معظمہ چلے گئے ہیں اور وہاں ہی مقیم ہیں۔ بالآخر میں بھی مکہ معظمہ پہنچا اور نعمتِ حج وعمرہ سے فیض یاب ہونے کی تاریخوں کے بعد جدہ دونوں واپس ہوئے مگر دخانی جہازوں کا اس سال کرایہ اتنا زیادہ تھا کہ ہم دونوں کے پاس کی مقدار ہرگز کافی نہ تھی۔ بالآخر اوائل محرم ۱۳۱۹ھ میں بادبانی جہاز (بغلہ) مسقط جانے والا ملا، جس نے تقریباً سوا مہینہ کے بعد مسقط پہنچایا۔ مسقط سے ہر ہفتہ میں ایک دخانی جہاز کراچی جاتا تھا۔ تقریباً ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد وہ جہاز آیا۔ دُو دُو روپیہ فی ٹکٹ پر کراچی

پہنچنا ہُوا اور پھر اوائل ماہ ربیع الاوّل میں گنگوہ شریف کی حاضری نصیب ہوئی۔ اس اثنار میں تمام راہ میں میرے مشاغل سلوک برابر جاری رہے اور بفضلہٖ تعالیٰ رویائے صالحہ اور مختلف احوال وارد ہوتے رہے۔ گنگوہ شریف پہنچنے پر حضرتؒ نے بہت زیادہ عنایات فرمائیں، والد صاحب مرحوم کے خطوط سے چونکہ حضرتؒ کو پوری کیفیت معلوم ہوچکی تھی اس لیے یہاں انتظار تھا۔ بھائی صاحب مرحوم سہارنپور سے بالابالا حاضر خدمت ہوئے اور مَیں نے عرض کیا کہ مَیں پہلے دیوبند جاؤں گا اور وہاں سے خدمتِ اقدس میں حاضر ہونگا۔ بھائی صاحب مرحوم سے حضرتؒ نے فرمایا کہ تم دونوں کے لیے ہم نے ایک ایک جوڑا کپڑا تیار کرا رکھا ہے مگر حسین احمد کے حاضر ہونے کے بعد دوں گا۔ چنانچہ جب میں دیوبند سے براہِ نانوتہ پیدل حاضر ہُوا تو وہ جوڑے جو کہ ابھی جدید تھے ہر ایک کو عطا کیے گیے۔ چونکہ اس میں کُرتہ، پاجامہ، ٹوپی ہی تھی، اسلیے بھائی صاحب مرحوم نے عرض کیا کہ حضرت! ہم دونوں اپنے اپنے عمامے لاتے ہیں اور پیش کر دیتے ہیں۔ جناب ان کو بھی ہمیں دے دیں۔ فرمایا کہ اس کو پھر دیکھا جائے گا۔ حضرتؒ نے بکمالِ شفقت آخری شغل سلوک تلقین فرمایا مَیں نے اپنی رویار کو جو کہ راستہ میں دیکھی تھیں، تنہائی میں پیش کیا۔ جن میں سے ایک یہ تھی کہ مَیں حضرت قطبِ عالم حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی بارگاہ میں حاضر ہُوا ہُوں اور اس سے پہلے ایک مقدار کھجوروں کی حضرتؒ کے یہاں بطورِ ہدیہ پیش کر چکا ہوں تو حضرتؒ نے فرمایا کہ تو خود آکر ان کھجوروں کی تقسیم کر دے۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ کھجوریں تو میں آپ کے لیے لایا ہوں، میرے یہاں تو اس کی دوکان ہے۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا۔ نہیں جانتا ہوں کہ کن مشقتوں سے کھجوریں حاصل ہوتی ہیں۔ مولانا گنگوہیؒ نے خواب سُن کر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے تجھ کو اجازت ہوگئی، مجھ سے بھی عنقریب ہو جائے گی۔

چونکہ اجازت و خلافت میرے گمان میں بھی نہ تھی، مَیں نے عرض کیا مَیں تو اس کا خواستگار نہیں۔ اس پر غالباً سکوت فرمایا۔ بارگاہ رشیدی کی حاضری میں بفضلہٖ معنوی نعمتیں بہت حاصل رہیں۔ ایک شب پندرہ دن کے بعد، بعد عشار میں حضرتؒ کی بیٹھک دبا رہا تھا۔ بین النوم والیقظہ کی حالت ہوئی اور سُنا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تجھے چالیس دن بعد اجازت ہوگی۔ اس کے ٹھیک چالیس دن بعد حضرتؒ نے بعد عصر فرمایا کہ اپنے عمامے لے آؤ۔ بھائی نے دو عمامے حاضر کیے۔ حضرتؒ نے ہر دو کو اپنے پاس بٹھا کر اپنے دستِ مبارک سے باندھے۔ اس کے چند منٹوں کے بعد بھائی صاحب سے فرمایا کہ جانتے ہو، یہ کیسی دستار تھی؟ بھائی صاحب نے فرمایا۔ دستارِ فضیلت تھی۔ فرمایا نہیں یہ دستارِ خلافت ہے تم دونوں کو مجھ سے اجازت ہے اس کے بعد کچھ عرصہ

نعت

جب تک زباں پہ ذکر رہا اس کی ذات کا
آتا رہا مزا مجھے قند و نبات کا

اُس نے مجاہدین کو دے کر نویدِ خلد
مرگِ وفا سے کام لیا ہے حیات کا

اسکے سوا کسی کو یہ جرأت کہاں نصیب
سرکائے کون ذات سے پردہ صفات کا

اس کو شفا ملی ہے محمدؐ کے نام سے
جو ملتجی تھا چارۂ دردِ حیات کا

میری گناہگار شبوں پر بھی اک نظر
سورج ہے تو جہانِ مقابر کی رات کا

میری طرف اُٹھی تھی وہ چشمِ کرم کبھی!
مارا ہُوا ہوں میں بھی اسی التفات کا

وہ لے گیا ہے عرش کو راہیں زمین سے
اس کے سوا تھا علم کسے کائنات کا

فہرسِ پیمبری کی اسی پر ہوئی تمام
آیا نہ پھر رسول کوئی اِن صفات کا

دل سے قبول کیوں نہ کریں اسوۂ رسولؐ
دانشؔ یہی ہے ایک وسیلہ نجات کا

احسان دانش

قادیانیت

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے

"نقلِ کفر کفر نباشد"

مولانا قاری عبدالرشید صاحب

۱۱ جون کے بعض اخبارات میں قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کی طرف سے یہ شائع ہُوا کہ مرزا صاحب ختمِ نبوّت پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور انھیں دعویٰ نبوت ہرگز نہیں تھا بلکہ ان کا دعویٰ صرف محدثیت اور ملہمیت کا تھا اور اپنے اس دعویٰ کے نہ ماننے والوں کو وہ کافر نہیں کہتے اور مرزا صاحب کے دعویٔ نبوّت سے پیشتر کی بعض عبارات بطورِ حجت پیش کی گئیں۔ پھر لاہور کے در و دیوار پر اسی مضمون کے پوسٹر نظر سے گزرے، اس لیے ضروری معلوم ہُوا کہ عوام کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرنے کے لیے مرزا صاحب کی اپنی تحریرات سے واضح کر دیا جائے کہ ۱۹۰۱ء سے پیشتر اگرچہ وہ محدث و ملہم ہونے کے دعوے دار تھے لیکن ۱۹۰۱ء میں دعویٰ محدثیت سے دستبردار ہو کر انھوں نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور نبی بھی صاحبِ شریعت جدیدہ اور اپنے دعویٰ پر تادم واپسیں قائم رہے اور اپنے نہ ماننے والوں کی شدّ و مدّ سے تکفیر کرتے رہے۔

۱۔ "میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر ردّ کر دوں یا کیونکر اس کے سوا کسی سے ڈروں"۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶ مصنفہ مرزا صاحب)

۲۔ "اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ میں اُس کی طرف سے ہوں، اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کیے جائیں تو اُن کی بھی اُن سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے .... لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں شیطان ہیں وہ نہیں مانتے"۔ (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۱۷)

۳۔ "اور میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اُسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اُس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

۴۔ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء صفحہ نمبر ۱۰)

۵۔ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے ، قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کی تختہ گاہ ہے اور تمام اُمتوں کے لیے نشان ہے۔ (دافع البلاء صفحہ ۹)

۶۔ میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی (تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۸)

۷۔ آنچہ دادہ است ہر نبی را جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بتمام (نزول المسیح صفحہ ۹۹)

(جس ذات نے ہر نبی کو جام (نبوۃ) عطا کیا ہے اس نے وہ جام مجھ کو بھر کر دیا ہے۔)

نبی بھی صاحبِ شریعت : "اگر کہو کہ صاحبِ شریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ کہ ہر ایک مفتری تو اول تو دعویٰ بلا دلیل ہے ، خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے قانون مقرر کیا وہی صاحبِ شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی وجہ سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی"۔ (اربعین ۴ ، صفحہ ۶)

دعوائے محدثیت سے دستبرداری : (۱) "اگر اللہ تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی لغت کی کسی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں مگر نبوت کے معنی اظہارِ امرِ غیب ہے"۔ (تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱)

۲۔ "سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں ، میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں"۔

(خط مرزا صاحب بنام اخبار عام لاہور جو مرنے سے تین روز پیشتر تحریر کیا گیا اور چھبیس مئی ۱۹۰۸ء کو شائع ہوا ، اسی روز مرزا صاحب مرے تھے)

مرزا صاحب کی شریعت کے چند احکام

منسوخیٔ جہاد : اسلامی شریعت میں جہاد افضل العبادات اور ماضی الیٰ یوم القیامہ ہے مگر مرزائی شریعت میں ہے۔

۱۔ "اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہری طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لیے لڑائیاں کی جائیں"۔ (تریاق القلوب صفحہ ۳۳۲)

۲۔ ممانعتِ جہاد کے بارے میں مرزا صاحب کے یہ اشعار تو بہت مشہور ہیں :

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتوےٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفۂ گولڑویہ صفحہ نمبر ۴۱)

ظلّی حج : ۱۔ "اللہ تعالیٰ نے ایک اور ظلّی حج مقرر کیا" تاکہ وہ قوم جس سے وہ اسلام کی ترقی کا کام لینا چاہتا ہے اور تا وہ غریب یعنی ہندوستان کے مسلمان اس میں شامل ہو سکیں"۔

(خطبہ جمعہ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان اخبار الفضل یکم دسمبر ۱۹۳۲ء)

۲۔ "جیسے احمدیت کے بغیر پہلا یعنی حضرت مرزا صاحب کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے وہ خشک اسلام ہے، اسی طرح اس ظلّی حج کو چھوڑ کر مکّہ والا حج بھی خشک حج رہ جاتا ہے"۔

(قادیانی جماعت کا عقیدہ مندرجہ پیغامِ صلح ۱۹ اپریل ۱۹۳۳ء)

۳۔ مرزا صاحب زمینِ قادیان کو بھی ارضِ حرم قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں : ؎

زمینِ قادیاں اب محترم ہے — ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

عرب نازاں ہے گر ارضِ حرم پہ — تو ارضِ قادیاں فخرِ عجم ہے

چندے کی فرضیّت : ۱۔ اسلامی شریعت میں فرضی صدقات زکوٰۃ اور عشر وغیرہ تھے مگر مرزائی شریعت میں ایک ماہواری چندہ بھی فرض ہے جس کے لیے کوئی نصاب شرط نہیں"۔ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں: ہر شخص کو چاہیے کہ اس نئے نظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرضِ حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے ...... اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلے کے لیے کچھ بھی امداد دے سکتا ہے وہ منافق ہے، اب اس کے بعد وہ سلسلے میں نہیں رہ سکے گا۔ (لوح الہدیٰ صا) سچ کہا ہے ظفر علی خاں مرحوم نے ؎

گر چندے کی ہو حاجت تو کر دعویٰ نبوّۃ کا — بغیر اس ڈھونگ کے چندہ مہیا ہو نہیں سکتا

یہ مرزائی شریعت کے احکام کی چند مثالیں ہیں ورنہ مرزائی شریعت تو بے شمار احکام و مسائل میں ملّتِ اسلامیہ کے مخالف ہے جیسا کہ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کہتے ہیں "حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا صاحب)

کے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں، آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دُوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح اور چند مسائل میں ہے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات رسولِ کریم صلعم قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔

(اخبار الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

سابقہ حوالہ جات سے یہ بات کالشمس فی نصف النہار عیاں ہوگئی کہ مرزا صاحب کو مطلق نبوّت کا دعوٰی نہ تھا بلکہ تشریعی نبوّت کے مدّعی تھے۔

اکابرِ اُمّت بلکہ انبیاء علیہم السلام پر برتری کا دعوٰی

صد حسینؓ: کربلائیست سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم (درثمین ص ۲۸۷)

"یعنی ہر گھڑی میری سیر کربلا ہے، سو حسین میرے گریبان میں (پڑے ہوئے) ہیں

زندہ و مُردہ علیؓ: ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو تم چھوڑتے ہو اور مُردہ علی کی تلاش کرتے ہو"۔

(ملفوظاتِ احمدیہ ص ۱۳۱ جلد اوّل)

اُبو بکر صدیقؓ: "مَیں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابنِ سیرین سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر کے درجہ پر ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے"۔ (تبلیغِ رسالت جلد ۹ ص ۳۰)

حضرت فاطمہؓ: "حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ مَیں اس میں سے ہُوں"۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۱)

حضرت عیسٰیؑ: ؎ اینک منم کہ حسبِ بشاراتِ آمدم عیسٰی کجاست تا بنہد پا بمنبرم

(یعنی مَیں وہ ہوں جو بشارت کے موافق آیا ہوں، عیسٰی کہاں ہے جو میرے مقام پر پاؤں رکھ سکے)

مرزا صاحب کا ایک اور مشہور شعر ہے۔

؎ ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

انہی باتوں سے برافروختہ ہو کر ظفر علی خاں مرحوم نے فرمایا:

؎ چھُپے ہیں سو حسین ابنِ علی جس کے گریباں میں رسائی جس کی منزل تک نہیں ہوتی مسیحا کی
تمسخر ربِّ اکبر سے تلعب دینِ برحق سے کہاں تک بڑھ گئی اس دشمنِ ایماں کی بے باکی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا صاحب) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا۔ اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی ہے اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلعم پر حاصل ہے۔ نبی کریم صلعم کے ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہُوا۔ (قادیانی قول و فعل)

۲۔ اس وقت ہمارے قلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کے برابر ہیں۔ (ملفوظات احمدیہ جلد ۱ ص ۳۴۶)

۳۔ له خسف القمر المنير وان لى خسفا القمران المنيران أتنكر (ص۱۱ اعجاز احمدی)

(اس کے لیے (نبی کریم) صرف چاند گرہن کا نشان ظاہر ہُوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کے گرہن کا، اب کیا تو انکار کرے گا)

۴۔ قاضی اکمل صاحب قادیانی کی ایک نظم ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے اخبار "بدر قادیان" میں شائع ہوئی تھی۔ اس نظم میں یہ شعر ہیں:

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

قاضی اکمل صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ نظم انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پڑھی اور حضور نے اس کو پسند فرمایا۔ (قادیانی مذہب)

۵۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اُس رُوحانیت کی ترقیات کا منتہا نہ تھا بلکہ اُس کے کمالات کے معراج کے لیے پہلا قدم تھا۔ پھر اس رُوحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی۔ (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۷)

۶۔ زندہ شد ہر نبی بآمدنم ہر رسول نہاں بہ پیرہنم (مرزا صاحب کا کلام اخبار الفضل ۱۸ فروری ۱۹۳۰ء)

یہ ہیں کچھ نمونے جن میں مرزا صاحب اور ان کے متبعین نے مرزا صاحب کو پوری امت بلکہ انبیاء علیہم السلام پر بھی فضیلت دی، سچ ہے:

۷ ہیں احمق جس قدر ہندوستان میں ہے آباد اُن سے جنت قادیان کی

مسلمانوں کی تکفیر: "خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے"۔ (ارشاد مرزا صاحب مندرجہ رسالہ الذکر الحکیم نمبر ۴ ص ۲۴)

۲۔ آپ نے (مرزا صاحب نے) اس شخص کو بھی جو آپ کو سچا جانتا ہے مگر مزید اطمینان کے لیے اس بیعت میں توقف کرتا ہے کافر ٹھہرایا ہے۔ (ارشاد مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۶ اپریل ۱۹۱۱ء)

۳۔ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود یعنی (مرزا صاحب) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (آئینہ صداقت ص۳۵ از مرزا محمود احمد)

۴۔ پس اس آیت کے ماتحت ہر ایک شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو تو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو تو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا صاحب) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور یہ فتویٰ ہماری طرف سے نہیں بلکہ اس کی طرف سے ہے جس نے اپنے کلام میں ایسے لوگوں کے لیے اولئک ھم الکافرون حقاً فرمایا ہے۔" (کلمۃ الفصل از مرزا بشیر احمد)

۵۔ "اے نادانوں صادقوں کو جھوٹا مت ٹھہراؤ کہ روسیاہی کے ساتھ مروگے، میری عداوت سے اسلام سے باہر مت جاؤ"۔ (انجام آتھم ص۳۰)

کیا خوب فرمایا علامہ اقبال مرحوم نے:

پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت ۔۔۔ کہتی ہے کہ یہ مومنِ پارینہ ہے کافر

مسلمانوں کو دھوکہ: ؎ سو چو دورِ خسروی آغاز کردند ۔۔۔ مسلماں را مسلماں باز کردند

۱۔ اس الہامی شعر میں (یہ مرزا صاحب کا شعر ہے) اللہ تعالیٰ نے مسئلہ کفر و اسلام کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس میں خدا نے غیر احمدیوں کو مسلمان بھی کہا ہے اور پھر ان کے اسلام انکار بھی کیا ہے۔ مسلمان تو اس لیے کہا ہے کہ وہ مسلمانوں کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور جب تک یہ لفظ استعمال نہ کیا جائے لوگوں کو پتہ نہیں چل سکتا کہ کون مراد ہے مگر ان کے اسلام کا اس لیے انکار کیا گیا ہے کہ وہ اب خدا کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں بلکہ ضرورت ہے کہ ان کو پھر نئے سرے سے مسلمان کیا جائے

(کلمۃ الفصل از صاحبزادہ بشیر احمد ص۱۳۰)

۲۔ معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) کو بھی بعض وقت اس امر کا خیال آیا کہ کہیں میری تحریروں سے غیر احمدیوں کے متعلق مسلمان کا لفظ دیکھ کر لوگ دھوکا نہ کھائیں، اس لیے آپ نے کہیں کہیں بطور ازالہ کے غیر احمدیوں کے متعلق ایسے الفاظ بھی لکھ دیے ہیں: "وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں"۔ جہاں کہیں بھی مسلمان کا لفظ ہو اس سے مدعی اسلام سمجھا جائے نہ کہ حقیقی مسلمان ..... پس یہ ایک یقینی بات ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جہاں کہیں بھی غیر احمدیوں کو مسلمان کہہ کر پکارا ہے، وہاں

صرف یہ مطلب ہے کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں ورنہ آپ حسبِ حکمِ الٰہی اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھتے تھے۔ (از صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی)

دعاءِ مغفرت کی ممانعت: سوال: کیا کسی شخص کی وفات پر جو سلسلہ احمدیہ میں داخل نہ ہو (قادیانی نہ ہو) یہ کہنا جائز ہے کہ خدا مرحوم کو جنّت نصیب کرے اور مغفرت کرے۔

جواب: "غیر احمدیوں کا (مسلمانوں کا) کفر بیّنات سے ثابت ہے اور کفّار کے لیے دعاءِ مغفرت جائز نہیں۔"

(اخبار الفضل جلد ۸ نمبر ۵۹ ۱۹۲۱ء فروری)

مسلمان کا جنازہ: ا۔ حضرت صاحب (مرزا صاحب) نے اپنے بیٹے (فضل احمد مرحوم) کا جنازہ محض اسلیے نہیں پڑھا کہ وہ غیر احمدی (مسلمان) تھا۔ (الفضل قادیان ۱۵ ر دسمبر ۱۹۲۱ء)

۲۔ ایک سوال رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے منکر ہوئے اس لیے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو مسیح موعود کا مکفّر نہیں، مَیں سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندو اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا، کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ (انوارِ خلافت صفحہ ۹۳ از محمود احمد خلیفہ قادیان)

شادی ناجائز: ا۔ "حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی غیر احمدی کو اپنی لڑکی نہ دے، اس کی تعمیل کرنا بھی ہر ایک احمدی کا فرض ہے"۔ (برکاتِ خلافت ص ۷۵)

۲۔ "جو شخص اپنی لڑکی کا رشتہ غیر احمدی لڑکے کو دیتا ہے، میرے نزدیک وہ احمدی نہیں، کوئی شخص کسی کو غیر مسلم سمجھتے ہوئے اپنی لڑکی اس کے نکاح میں نہیں دے سکتا۔ ایسے نکاح خوان کے متعلق ہم وہی فتوے دیں گے جو اس شخص کی نسبت دیا جاسکتا ہے، جس نے ایک مسلمان لڑکی کا نکاح ایک عیسائی یا ہندو لڑکے سے پڑھ دیا ہو"۔ (الفضل مورخہ ۲۳ ر مئی ۱۹۲۱ء)

ہر قسم کے تعلقات سے ممانعت: غیر احمدیوں (مسلمانوں) سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا، اب باقی کیا رہ گیا ہے۔ جو ہم ان کے ساتھ مل کر کرسکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی، دوسرے دنیاوی، دینی تعلقات کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے، اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ وناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیے گئے، اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو مَیں کہتا ہوں نصاریٰ کی

لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔ اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو کیوں سلام کیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریمؐ نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے۔ ہاں اشد مخالفین کو حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے کبھی سلام نہیں کیا اور نہ ان کو سلام کہنا جائز ہے، غرضکہ ہر ایک طریق سے ہم کو مسیح موعود نے غیروں سے الگ کیا ہے اور ایسا کوئی تعلق نہیں جو اسلام نے مسلمانوں کے ساتھ خاص کیا ہو اور پھر ہم کو اس سے نہ روکا گیا ہو۔ (کلمۃ الفصل از مرزا بشیر احمد قادیانی)

بہر حال اس تمام مضمون سے یہ بات ظاہر باہر ہوگئی کہ مرزا صاحب کو نہ صرف نبوت بلکہ تشریعی نبوت کا دعویٰ تھا اور وہ دعویٰ نبوت کے بعد محدثیت کے دعویٰ سے دستبردار ہوگئے تھے اور اپنے نہ ماننے والوں کی انتہائی شدّ ومد سے تکفیر کرتے تھے اور انھیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے تھے اور ان سے کلّی مقاطعہ کا حکم فرماتے تھے۔ اس صورتِ حال کے ہوتے ہوئے دعویٰ نبوت سے پیشتر کی عبارات سے احتجاج کرنا مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی ایک نامسعود کوشش ہے۔

مرزا محمود صاحب کہتے ہیں:

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدے میں تبدیلی کی ہے اور ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے۔ پس یہ ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے (مرزا صاحب نے) نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنا غلطی ہے۔ (حقیقۃ النبوۃ صہ ۱۲۱ از مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان)

خلیق و دیانتدار عملہ
بہترین و بارعایت طباعت
المکرّم پریس
۵۔ شارع فاطمہ جناح، لاہور

رموزِ سلطنت

ـــــــــــــــ سیّد محمّد شاہ

حکمرانی ایک عظیم کام ہے۔ یہ اگر عدل و انصاف پر مبنی ہو تو زمین پر حق تعالیٰ کی خلافت اور اگر عدل و شفقت سے خالی ہو تو ابلیس کی نیابت ہے۔ والیٔ ملک کے ظلم سے زیادہ کوئی فساد نہیں ہے۔ حاکم کو ہمیشہ یہ سوچتے رہنا چاہیئے کہ اس کو حق تعالیٰ نے کس لئے اس جہان میں بھیجا ہے، اس کی قرارگاہ کہاں ہے، دنیا اس کی منزل ہے قرارگاہ نہیں، رحم اس کی منزل کی ابتدا ہے اور قبر اسکی منزل کی انتہا ہے اور وطن اس کے سوا ہے۔

حاکم کو عدل و انصاف کا دامن ہمیشہ تھامے رہنا چاہیئے، کیونکہ عدل کے ساتھ حکمرانی کرنی بڑی عبادت اور قربتِ حق کا سبب ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بادشاہ کا ایک دن عدل کرنا ساٹھ برس مسلسل عبادت کرنے سے افضل ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی خدا کے عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے جنمیں سے ایک عادل بادشاہ ہوگا۔

عدل جبھی ہو سکتا ہے کہ بادشاہ مندرجہ ذیل امور کو ہمیشہ ملحوظ رکھے:

نمبر ۱: جو مقدمہ پیش ہو اس میں یہ فرض کر لیا کرے کہ خود رعیت ہے اور بادشاہ کوئی اور ہے، جو بات اپنے حق میں پسند نہ کرے وہ کسی مسلمان کے واسطے بھی پسند نہ کرے، اگر پسند کریگا تو فرمانروائی میں دغا اور خیانت ہو گی۔

نمبر ۲: اپنے دروازہ پر حاجتمندوں کو انتظار نہ کرائے اور جب تک کسی کی حاجت باقی ہو نفل عبادت میں مشغول نہ ہو، اس لئے کہ مخلوق خدا کی حاجت روائی سب نفلوں سے بہتر ہے۔

ایک دن خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ ظہر تک مخلوق خدا کے کاموں میں لگے رہے اور جب تھک گئے تو تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے گھر تشریف لے گئے، ان کے بیٹے نے عرض کی کہ آپ کو کس سبب سے اطمینان ہے، شاید اس وقت موت آجائے اور آپ کے دروازہ پر کوئی حاجتمند موجود ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے، پھر اٹھے اور باہر تشریف لے گئے۔

نمبر۳: خواہشات کی تکمیل میں مشغول رہنے سے احتراز کرے، اچھے کھانے پینے کی عادت نہ ڈالے بلکہ ہر بات میں قناعت اختیار کرے، قناعت کے بغیر عدل ممکن نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میری جو بات آپ کو ناپسند ہو بتا دیں۔ فرمایا میں نے سنا ہے کہ آپ کے دسترخوان پر دو طرح کا سالن ہوتا ہے اور آپ کے دو پیراہن ہیں، ایک رات کا اور ایک دن کا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ اس کے سوا بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ (یعنی نہ تو میرے دسترخوان پر دو قسم کا سالن ہوتا ہے نہ ہی میرے پاس دو پیراہن ہیں۔)

نمبر۴: جہاں تک ہوسکے ہر کام میں نرمی اختیار کرے، سختی سے بچے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حاکم رعیت کے ساتھ نرمی کرتا ہے قیامت کے روز خدا تعالیٰ اس کے ساتھ نرمی کرے گا اور دعا کی کہ خداوندا! جو حاکم رعایا کے ساتھ نرمی کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کر۔ اور فرمایا ہے کہ جو حاکم حکومت کا حق بجالائے اس کے حق میں حکومت اچھی چیز ہے اور جو حق بجالانے میں قصور کرے اس کے حق میں حکومت بُری چیز ہے۔

نمبر۵: حاکم یہ کوشش کرے کہ شریعت کی موافقت کے ساتھ رعایا اس سے خوش رہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب حاکموں سے بہتر وہ حکام ہیں جو تمہیں دوست رکھیں اور تم انھیں دوست رکھو، اور بدترین حکام وہ ہیں جو تمھیں دشمن رکھیں اور تم انھیں دشمن رکھو، وہ تم پر لعنت بھیجیں تم ان پر لعنت بھیجو۔

حاکم کو لوگوں کی تعریف سے مغرور نہیں ہونا چاہیئے اور یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ سب خوش ہیں، ممکن ہے خوف کے مارے تعریف کرتے ہوں۔ حاکم کو چاہیئے کہ کچھ معتمد لوگوں کو مقرر کریں کہ تجسس کریں اور رعایا سے اس کے بارے میں پوچھتے رہیں۔

نمبر۶ : حاکم شریعت کی خلاف ورزی کر کے کسی کی رضامندی نہ ڈھونڈے، اسے شریعت کے مطابق فیصلے کرنے چاہئیں، یہ خیال نہ کرے کہ کوئی ناراض ہو جائے گا، کیونکہ ظاہر ہے کہ حاکم جب ظالم کو سزا دے گا تو وہ ناخوش ہوگا، تو فریقین کو خوش کرنا مشکل ہے، اور وہ شخص بڑا نادان ہے جو مخلوق کو خوش کرے اور خالق کو ناراض۔

نمبر۷ : حاکم یہ سمجھتا ہے کہ حکومت خطرناک کام ہے، مشکل ہے آسان نہیں۔ جو شخص اس کا حق ادا کرنے کی توفیق پاتا ہے وہ ایسی سعادت حاصل کرتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں اور جو اس میں قصور کرتا ہے تو ایسی شقاوت میں پڑتا ہے کہ ایسی کوئی شقاوت نہیں۔

نمبر۸ : حاکم ہمیشہ علماءِ حق کی ملاقات کا شائق رہے اور ان کی نصیحت غور سے سنا کرے اور حریص و لالچی علماء کی صحبت سے بچتا ہے کہ یہ علماء اسے فریب دیں گے، اسکی بیجا تعریف کرینگے، تاکہ اس طرح مکر و حیلہ کر کے بادشاہ سے کچھ حاصل کریں۔ واضح ہو کہ نیک عالم وہ ہے جو حاکم سے طمع نہ رکھے اور انصاف سے نہ چوکے۔

روایت ہے کہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہارون الرشید کے پاس گئے۔ ہارون الرشید نے پوچھا کہ اے شفیق کیا تم زاہد ہو؟ فرمایا میں شفیق ہوں زاہد نہیں ہوں۔ ہارون نے کہا مجھے کچھ نصیحت کرو! جواب دیا کہ خدا نے تجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بٹھلایا ہے جس طرح ان سے صدق چاہا تھا اسیطرح تجھ سے بھی صدق چاہتا ہے۔ اس نے تجھے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بٹھلایا ہے جس طرح ان سے حق و باطل میں فرق چاہا تھا اسی طرح تجھ سے بھی چاہتا ہے، اس نے تمھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بٹھایا ہے جسطرح ان سے شرم و بخشش چاہی تھی اسی طرح تم سے بھی چاہتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بٹھایا ہے جسطرح ان سے علم و عدل چاہا تھا اسی طرح تجھ سے بھی چاہتا ہے۔ خلیفہ ہارون نے کہا کچھ اور نصیحت کیجئے۔ فرمایا حق تعالیٰ نے ایک گھر بنایا ہے جسے دوزخ کہتے ہیں آپکو اس کا دربان کیا ہے اور تین چیزیں تجھے دی ہیں ۱۔ بیت المال کا مال ۲۔ تلوار ۳۔ تازیانہ۔ اور حکم فرمایا ہے کہ ان تینوں چیزوں سے مخلوق کو دوزخ سے بچا، جو محتاج تیرے پاس آئے اسے مال سے محروم نہ رکھ، اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اسے تازیانہ سے مار، اور جو کوئی کسی کو ناحق مار ڈالے مقتول کے ولی کی اجازت سے قاتل کو اس تلوار سے مار ڈال، اگر یہ نہ کریگا تو دوزخ میں تو سب سے پہلے جائیگا۔

نمبر ۹ : حاکم فقط اسی پر ہی قناعت نہ کرے کہ خود ظلم سے دست بردار رہے بلکہ اپنے ملازموں اور نائبوں کو بھی ظلم سے باز رکھے، اس لئے کہ اس سے ان کے ظلم کی بھی پرسش ہوگی۔ بادشاہ کے عامل سے اگر ظلم سرزد ہو اور بادشاہ اس پر چپ رہے تو وہ ظلم گویا خود بادشاہ نے کیا ہے، بادشاہ اس پر ماخوذ ہوگا۔

نمبر ۱۰ : حاکم تکبر سے بچے، کیونکہ تکبر کے سبب غصہ غالب ہوتا ہے غصہ اور تکبر کے بجائے حاکم عفو و درگذر کو اپنا شعار بنائے، اور اس بات کو پیشِ نظر رکھے کہ اگر عفو و درگذر کو اپنا شعار بنایا تو انبیاء اور اولیاء کے زمرہ میں داخل ہوگا اور اگر غصہ کو اپنایا تو ایسے لوگوں کا ساتھ نصیب ہوگا جو درندوں کے مثل ہیں۔

اللہ تعالیٰ اربابِ حکومت کو عدل و انصاف کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

(ماخوذ از کیمیائے سعادت مصنفہ امام غزالیؒ)

ایک عرصہ سے نایاب کتاب، توحید کے موضوع پر مؤثر اور اہم ترین رسالہ کا بیسواں ایڈیشن

درسِ توحید

کتابت و طباعت عمدہ • صفحات ۴۸ • قیمت ۷۵ پیسے • ڈاک خرچ معاف

• کتب فروشوں کے لئے خصوصی رعایت

پتہ : محمد رمضان میمن، مدرسہ تعلیم الفرقان، چاکیواڑہ، توحید نگر، کراچی ۲

ضرورتِ مدرس

حضرت مولانا محمد سعید صاحب، مدرسہ عربیہ رحیمیہ، ڈونگہ بونگہ، ضلع بہاولنگر کو ایک اعلیٰ استعداد کے حافظ قاری مدرس و مبلغ کی ضرورت ہے۔ مذکورہ پتہ پر مکاتبت فرمائیں۔

آہ مولانا سید مسعود علی آزاد فتحپوری رحمہ اللہ

جناب مُسلم غازی

کس قدر بے نُور ہیں دیوار و در تیرے بغیر
کیسے پائیں گے سکونِ قلب و نظر تیرے بغیر

ٹیس بن کر دل کو تڑپاتا ہے اب تیرا خیال
درد کی دُنیا ہے اِک میرا جگر تیرے بغیر

تیرے دم سے تھیں ہماری زندگی کی رونقیں
رنگِ محفل، رنگِ دنیا، بے اثر تیرے بغیر

ڈھونڈتی ہے تجھ کو ہر سُو چشمِ اربابِ سخن
کتنا ویراں ہے دبستانِ ہُنر تیرے بغیر

تیرے دَم سے تھا زمانے میں طریقت کا وقار
اب جہاں لگتا ہے اِک اُجڑا نگر تیرے بغیر

اپنی بربادی کا عالم کیا کہیں اہلِ سلوک
دل کی دُنیا ہو گئی زیر و زبر تیرے بغیر

تجھ سے روشن تھے زمانے میں محبت کے چراغ
ہو گئے بے نور یہ شمس و قمر تیرے بغیر

اے امیرِ حلقۂ اہلِ طریقت الفراق!
ہو گئی راہِ وفا دشوار تر تیرے بغیر

❀

علامہ دوست محمد قریشی رح "اِک دِیا اور بُجھا اور بڑھی تاریکی"

حضرت مولانا علامہ دوست محمد صاحب قریشی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶ مئی ۱۹۷۴ء کو بھکر ریلوے اسٹیشن پر دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرما گئے، اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔ آپ کی ذات بیشمار خوبیوں کا مرقع تھی۔ آپ اپنے وقت کے بلند پایہ خطیب بے باک مناظر، بہترین مصنف، اخلاقِ حسنہ کا ہمالہ اور علم کا بحرِ بیکراں تھے۔ ڈابھیل کے فارغ التحصیل تھے، آپ نے ہزاروں انسانوں کے قلب و نظر کی تطہیر کی، تنظیمِ اہلِ سنّت کے پلیٹ فارم پر تحفظ ناموسِ صحابہؓ کے ضمن میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ "دار المبلغین" میں سینکڑوں علماء آپ کے حلقہ درس سے فیض یاب ہو کر ابطالِ باطل اور احقاقِ حق کا فریضہ ادا کر رہے ہیں، آپ بلا مبالغہ سینکڑوں کے اُستاذ اور ہزاروں کے شیخ تھے۔ مولانا کی رحلت پر پوری ملت سوگوار ہے۔ آپ کی وفات نے حضرت بخاریؒ، حضرت لاہوریؒ، حضرت شجاع آبادیؒ، حضرت جالندھریؒ، حضرت علی پوریؒ مرحوم کی جدائی کا غم تازہ کر دیا، قریشی صاحبؒ کی موت مسلمانوں کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ قریشی صاحب مرحوم کو کوٹ ادّو محلّہ قریش مدرسہ و مسجد شریف کے زیرِ سایہ دفن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اور ہم سب کو صبرِ جمیل۔

غم زدہ مولانا عبد المجید ندیم از کوٹ ادّو :

بقیہ عکسِ حیات

خدمت میں رہنا ہُوا مگر بہت جلد افتراقِ جسمانی کی نوبت آگئی۔ افسوس کہ اپنی تن پروری اور نفس پرستی ہمیشہ میدانِ عمل میں سدِ راہ ہوتی رہی جس کی بنا پر ناقص رہا ورنہ نعمائے الٰہیہ نے کبھی بخل نہ فرمایا۔ اور نہ حضرت مرشدی قدس سرہٗ العزیز کی توجہات اور حضرت شیخ الہندؒ کی برکات نے اضافہ سے کوتاہی کی ۔

سودہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیشانیم　　چند برخود تہمت دینِ مسلمانی نہم

حضرت شیخ الہند کی خدمت میں اگرچہ زیادہ رہنا نصیب ہُوا مگر باوجود ان کی توجہات کے اپنی نالائقیوں نے گل کھلانے میں کمی نہ کی۔ بغرض کہ میں اپنے اسلاف اور اکابر کرام کے لیے ننگ و عار ہی رہا اور حضرات اہلِ جیثیت اور دیگر مشائخ اہلِ طریق کا صحیح معنوں میں بدنام کرنے والا تاہم مجھ کو افضالِ خداوندی سے امیدیں ہیں کہ مثلِ سگ اصحابِ کہف مجھ کو اپنے اولیاء کرام کے فیوض سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمائیں گے اور اپنے بھائیوں سے اُمیدوار ہوں کہ دعواتِ صالحہ اور توجہات و ہمم سے اس روسیاہ کی دستگیری فرمائیں گے۔ والسلام — ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۳۶۰ھ (ماخوذ از سلاسلِ طیبہ) ۵۹

علامہ افغانی مدظلہٗ

کیلئے

دُعاء صحت کی درخواست

فیلسوفِ اسلام حضرت علامہ شمس الحق افغانی مدظلہم ایک عرصہ سے علیل چلے آرہے ہیں، قارئینِ کرام سے التجا ہے کہ وہ حضرت علامہ کی صحت و تندرستی کے لئے خصوصی دعائیں کریں۔

پچھلے دنوں ادارہ نے ان کی خدمت میں عریضہ بھیجا تھا کہ انوارِ مدینہ کے لئے مضمون عنایت فرمایا جائے، جواب میں حضرت علامہ نے جو گرامی نامہ ارسال فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہنوز مضامین لکھنے سے قاصر ہیں۔ خدا کرے آپ جلد صحت یاب ہوں اور انوارِ مدینہ آپ کے گرانقدر نگارشات سے مزین ہو —— آپ کا گرامی نامہ یہ ہے:

. . . .

مجھے رسالہ انوارِ مدینہ کا خصوصی خیال ہے جو حضرت مولانا مدنی شیخ العرب والعجم نور اللہ مرقدہ کے خلیفۂ خاص جناب مولانا حامد میاں صاحب کی مخلصانہ مساعی کی وجہ سے اس الحاد کے دورِ ظلمت میں احیاءِ اسلام کی ایک ممتاز مجلہ کی صورت میں آسمانِ صحافت پر آفتابِ ضیاء افشاں ہے۔ اس وقت چھ ماہ سے مسلسل ماہر ڈاکٹر کے زیرِ علاج ہوں، بلغم جو سینے میں ہونے کی وجہ سے بمشکل یہ خط لکھ رہا ہوں۔ افاقہ پر ضرور کچھ نہ کچھ لکھونگا، میں خود اس تحریری خدمت کے تعطل سے نادم ہوں۔ جناب مہتمم صاحب کو سلام و درخواست دعاءِ صحت عرض کر دیں۔

شمس الحق افغانی

ترنگ زائی، ڈاک خانہ خود، ضلع پشاور "

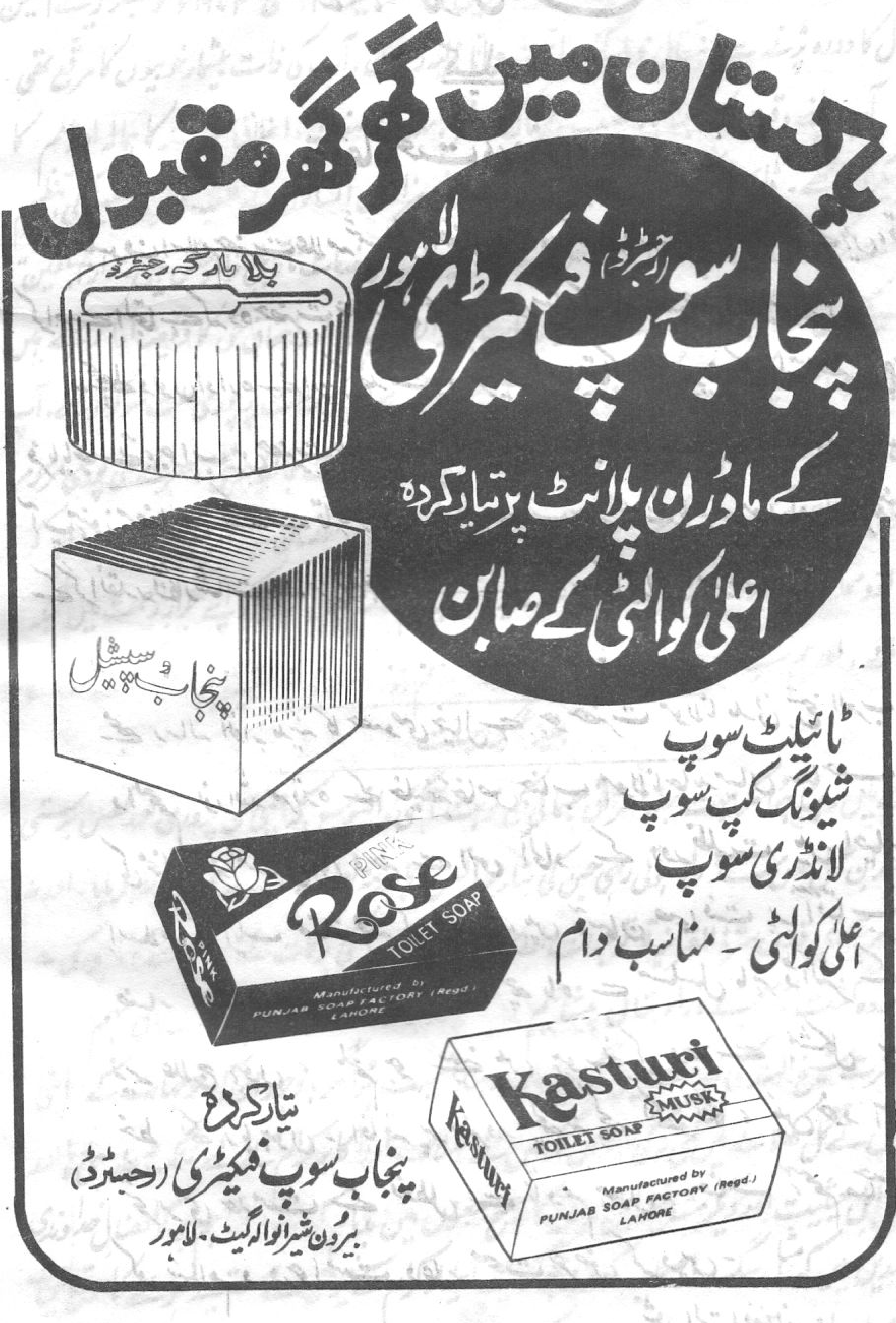
پاکستان میں گھر گھر مقبول
پنجاب سوپ فیکٹری (رجسٹرڈ) لاہور
کے ماڈرن پلانٹ پر تیار کردہ
اعلیٰ کوالٹی کے صابن
بلا مارکہ رجسٹرڈ
پنجاب سپیشل
ٹائیلٹ سوپ
شیونگ کپ سوپ
لانڈری سوپ
اعلیٰ کوالٹی ۔ مناسب دام
PINK
Rose
TOILET SOAP
Manufactured by
PUNJAB SOAP FACTORY (Regd.)
LAHORE
Kasturi
MUSK
TOILET SOAP
Manufactured by
PUNJAB SOAP FACTORY (Regd.)
LAHORE
تیار کردہ
پنجاب سوپ فیکٹری (رجسٹرڈ)
بیرون شیرانوالہ گیٹ ۔ لاہور

حاصلِ مطالعہ

بدترین علماء ○ حضرت حماد کا ارشاد ○ میں جبرئیل ہوں
آپ کا حافظہ خراب ہو گیا ہے ○ ایک بادشاہ کی فریاد رسی

جناب مرزا رشید الدین صاحب حمیدی

بدترین علماء

خداوندِ عالم کے نزدیک بدترین علماء وہ ہیں جو امراء و رؤسا کے پاس جاتے ہیں، اور بہترین امراء و رؤسا وہ ہیں جو علماء کے پاس آتے ہیں۔ علماء پیغمبروں کے امین ہیں بشرطیکہ وہ امانت میں خیانت نہ کریں اور بادشاہوں سے خلط ملط نہ کریں۔

حضرت حماد کا ارشاد

مقاتل بن صالح فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حماد بن سلمہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ان کے گھر میں ایک لوٹا، ایک بوریا اور ایک قرآن تھا۔ کسی نے دروازے پر دستک دی، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خلیفۂ وقت محمد بن سلیمان ہیں۔ آپ نے ان کو اندر بلا لیا، جب وہ آ کر بیٹھ گئے تب حضرتِ حمادؒ سے کہا کہ آپ کو دیکھ کر میرے جسم میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت حمادؒ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایسے عالم سے ہر آدمی ڈرتا ہے جو علم صرف خدا کے لئے حاصل کرتا ہے، اور جو شخص دنیاوی مقصد کے لئے علم حاصل کرتا ہے وہ خود سب سے ڈرتا ہے۔

آپ کا حافظہ خراب ہو گیا ہے

ایک مرتبہ چوروں کی جماعت ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی، ان کے سامنے سے ایک صراف تھیلی لے کر گذرا تو ایک چور نے کہا کیا رائے ہے اس شخص کے بارے میں جو اس سے تھیلی اڑا لائے۔ ایک نے کہا کہ اس خدمت کو میں انجام دے سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا تو

یہ کام کیسے کریگا؟ اس نے کہا دیکھو! پھر اس نے مکان تک اس کا پیچھا کیا، صراف نے چبوترے پر تھیلی رکھ کر لونڈی سے کہا مجھے پیشاب کی ضرورت ہے پانی لے کر بالاخانہ پر آجا۔ جب لونڈی اوپر چڑھ گئی تو چور نے گھر میں گھس کر تھیلی اٹھالی اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچکر سارا قصہ سنا دیا۔

ساتھیوں نے سن کر کہا یہ تو تو نے کچھ بھی نہ کیا، وہ بیچاری لونڈیا کو پیٹ رہا ہوگا، یہ بات اچھی نہیں۔ اس نے کہا پھر تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ لونڈی بھی مار پیٹ سے بچ جائے اور تھیلی بھی وصول ہو جاتے، اس نے کہا اچھی بات ہے۔ پھر وہ صراف کے گھر پہنچگیا، دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ واقعۃً لونڈی کو مار رہا تھا، صراف نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا آپ کے ہمسایہ کے دکان کا غلام، پھر اس نے باہر آکر کہا کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کا حافظہ بہت خراب ہو گیا ہے؟ آپ اپنی تھیلی دکان پر پھینک جاتے ہیں اور چل دیتے ہیں، اگر ہم اس کو نہ دیکھ لیتے تو کوئی لے جاتا، پھر اس نے وہ تھیلی نکال کر دکھلاتے ہوئے کہا کہ دیکھئے یہی ہے نا؟ صراف نے اس کو دیکھ کر کہا ہاں واللہ یہی ہے۔ تو چور نے کہا یہ تو مجھے دیدیجئے اور گھر میں جاکر ایک رقعہ لکھ لائیے کہ تھیلی میرے سپرد کر دی گئی تاکہ میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں۔ اس نے تھیلی واپس کر دی اور رقعہ لکھنے کے لئے گھر میں چلا گیا، اس نے تھیلی لی اور نو دو گیارہ ہو گیا۔ (ابو الفتح بصری)

میں جبریل ہوں

ایک شہر میں ایک بہت نیک بڑھیا رہتی تھی جو بکثرت روزے رکھتی تھی اور نماز پڑھتی تھی، اس کا ایک بیٹا تھا جو صرافہ کا کام کرتا تھا مگر بہت ہی شرابی اور فاسق و فاجر قسم کا آدمی تھا، دن کو تو دکان میں مصروف رہتا، شام کو روپیوں کی تھیلی اپنی والدہ کے پاس رکھ کر شراب خانہ کی راہ لیتا۔

ایک مرتبہ ایک چور نے سوچا کہ رات تو گھر میں گذارتا نہیں، اس کی تھیلی اڑانی چاہیئے، چنانچہ وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا اور اس طرح گھر میں داخل ہو گیا کہ اس کو خبر نہ ہو سکی اس

نے تھیلی ماں کو دی اور اپنی راہ لی۔

بڑھیا اس مکان میں تنہا تھی، ایک کمرہ ایسا تھا جس کی دیواروں پر سال کے تختے جڑے ہوئے تھے، اور دروازہ لوہے کا تھا، وہ اپنی تھیلی اور دوسرا قیمتی سامان اس میں رکھتی تھی، چنانچہ اس نے تھیلی اس کمرے میں دروازے کے پیچھے رکھی اور وہیں بیٹھ گئی اور افطار وغیرہ سامان بھی سامنے رکھ لیا۔ چور نے یہ سمجھا کہ اب یہ تالا لگا کر سو جائیگی تو دروازہ کو الگ کر کے تھیلی لے لوں گا۔ مگر جب وہ روزہ افطار کر چکی تو نماز شروع کر لی، اور نماز اتنی لمبی ہوگئی کہ آدھی رات ہوگئی، اب تو چور کو پریشانی ہوئی کہ اس طرح کہیں صبح نہ ہو جائے۔ چنانچہ گھر میں پھرا تو وہاں اس کو ایک لنگی اور کچھ بخور ہاتھ لگ گئے، اس نے لنگی باندھی اور بخور سلگا کر سیڑھی سے اترنا شروع کیا اور اپنی آواز بہت موٹی بنا کر نکالنے لگا تاکہ بڑھیا گھبرا جائے، مگر وہ بہت دلیر تھی، سمجھ گئی کہ چور ہے، پھر بھی کانپتی ہوئی اور گھبرائی ہوئی آواز بنا کر کہا کون ہے؟
چور نے کہا میں جبریل ہوں، رب العالمین نے مجھے بھیجا ہے تاکہ تیرے فاسق و فاجر بیٹے کی اصلاح کروں۔ بڑھیا نے بظاہر بہت گھبرا کر اور اپنے اوپر غشی کی سی کیفیت طاری کر کے کہا کہ اے جبریل میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ اس کے ساتھ نرمی کرنا، کیونکہ وہ میرا اکلوتا لڑکا ہے۔

چور نے کہا میں اس کو قتل کرنے کیلئے نہیں بھیجا گیا ہوں۔

بڑھیا: پھر کس لئے بھیجا گیا ہے؟

چور: اس لئے کہ اس کی تھیلی لے کر اس کے دل کو رنج پہنچاؤں، پھر جب وہ توبہ کرلے تو اسے دیدوں۔

بڑھیا: اچھا جبریل اپنا کام کرو، جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو۔

چور: تم کمرے کے دروازہ سے ہٹ جاؤ!۔

بڑھیا: بہت اچھا۔

چور نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگیا، جب وہ قیمتی سامان اور عمدہ قسم کے کپڑوں وغیرہ کی گٹھری بنانے میں مشغول ہوگیا تو بڑھیا نے آہستہ آہستہ دبے پاؤں جاکر دروازہ

بند کر کے کنڈی لگا کر قفل ڈال دیا۔ اب تو چور کو موت نظر آنے لگی، ادھر ادھر دیکھا، نقب لگانے کی سوچی مگر جب کوئی صورت ممکن نظر نہیں آئی تو بولا:

چور: بڑھیا! کھول تاکہ میں باہر نکلوں کیونکہ تیرا بیٹا نصیحت قبول کر چکا ہے۔

بڑھیا: اے جبریل مجھے ڈر ہے کہ میں کواڑ کھولوں تو تیرے نور کے ملاحظہ سے کہیں میری بینائی نہ جاتی رہے۔

چور: میں اپنے نور کو بجھا دوں گا تاکہ تیری آنکھیں ضائع نہ ہوں۔

بڑھیا: اے جبریل تیرے لئے کیا مشکل ہے، تو چھت سے نکل جا، یا اپنے پروں سے دیوار کو پھاڑ کر چلا جا، مگر مجھے یہ تکلیف نہ دے کہ میں اپنی آنکھوں کو برباد کر لوں۔

اب تو چور نے محسوس کیا کہ بڑھیا بڑی دلیر ہے، چنانچہ نرمی اور خوشامد شروع کر دی، توبہ کرنے لگا۔ بڑھیا بولی یہ سب باتیں چھوڑ، جب تک دن نہ نکل آئیگا اس وقت باہر آنے کی کوئی صورت نہ ہو سکے گی۔ پھر بڑھیا نماز کے لئے کھڑی ہو گئی، چور برابر اس کی خوشامد کرتا رہا، یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور اس کا بیٹا بھی واپس آ گیا پھر اس کو تمام سرگذشت سنائی، وہ فوراً پولیس کو بلا لایا، اور دروازہ کھول کر چور کو باندھ لیا۔

ایک بادشاہ کی فریاد رسی

(ابو جعفر محمد بن الفضل الصیمری)

ایک خراسانی شخص حج کے لئے جاتا ہوا بغداد پہنچا، اس کے پاس موتیوں کا ایک ہار تھا، جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی، اس نے اس کو فروخت کرنے کی کوشش کی مگر وہ فروخت نہ ہو سکا، لہٰذا اس نے ایک مشہور عطار کے پاس اس کو امانت رکھ دیا اور حج کے لئے روانہ ہو گیا۔

واپسی پر کچھ ہدیہ وغیرہ لے کر اس عطار سے ملا، اس نے پہچاننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ تم کون ہو؟ اس نے بتلایا کہ میں فلاں ہوں اور اس اس طریقے سے میں نے تمہارے پاس ایک ہار امانت رکھا تھا، مگر اس عطار نے اس سے بات ہی نہ کی اور دھکے دیکر دکان سے باہر کر دیا، اور کہنے لگا کہ تو مجھ پہ ایسی چیز کا دعویٰ کر رہا ہے جس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں — تو تو میں میں سن کر لوگ جمع ہو گئے اور حاجی سے کہنے لگے کہ جس شخص پر تم یہ دعویٰ کر رہے ہو وہ

بہت ہی نیک آدمی ہے۔ حاجی حیرت میں تھا، بار بار اپنا واقعہ بتاتا مگر کوئی اسکی نہ سنتا۔ کسی نے اس کو مشورہ دیا کہ تم بادشاہ کے پاس جا کر اپنا معاملہ پیش کرو، بادشاہ کو ایسے امور کی تحقیق میں بڑا کمال حاصل ہے، وہ انشاء اللہ تمہارے معاملہ کی تہہ تک پہنچ جائیں گے۔

خراسانی بادشاہ کے قصر میں پہنچا اور مقرب کے ذریعہ اپنا پورا واقعہ لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ نے اسکو بلایا اور پورا واقعہ معلوم کر کے فرمایا کہ تم اس عطار کی دکان پر بیٹھ جاؤ اگر وہ اپنی دکان پر نہ بیٹھنے دے تو سامنے کسی دکان پر بیٹھ جاؤ، مغرب تک بیٹھے رہنا اور اس سے کوئی بات نہ کرنا، اسی طرح تین دن تک بیٹھے رہیو، چوتھے دن ہم ادھر سے گذریں گے اور کھڑے ہو کر تم کو سلام کریں گے، تم نہ کھڑے ہونا اور نہ وعلیکم السلام سے زیادہ کچھ کہنا، جو کچھ میں تم سے سوال کروں صرف اس کا جواب دینا، پھر ہماری واپسی کے بعد اس عطار سے ہار کا ذکر کرنا اور جو جواب وہ دے اس کی مجھے اطلاع دینا اور اگر ہار دیدے تو اس کو لے کر ہمارے پاس آجانا۔

اس ہدایت کے مطابق خراسانی عطار کی دکان پر پہنچا مگر اس نے بیٹھنے نہ دیا، وہ سامنے کی دکان پر بیٹھ گیا اور حسب پروگرام تین روز تک اسی طرح بیٹھتا رہا، چوتھے روز ایک شاندار جلوس کے ساتھ بادشاہ ادھر کو آئے اور خراسانی کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور سلام کیا، اس نے بیٹھے ہی بیٹھے وعلیکم السلام کہا، بادشاہ نے کہا بھائی صاحب آپ یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں مگر ہم سے نہیں ملے، اگر کوئی خدمت ہمارے لائق ہو تو فرمائیے، خراسانی نے جواب میں جیسا کہ طے ہوا تھا لمبی گفتگو سے بچتے ہوئے بس ویسے ہی معمولی طور پر "ہوں" "ہاں" کی۔ مگر بادشاہ اس سے اصرار کرتے رہے اور کھڑے رہے، ان کی وجہ سے سارا لشکر بھی کھڑا رہا۔ (اس سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ آدمی بادشاہ کا بڑا محترم دوست ہے۔) وہ عطار تو اس منظر کو دیکھ کر بہت ہی خوفزدہ ہوا، جب بادشاہ رخصت ہوا تو عطار نے کہا کہ میاں حاجی صاحب یہ افسوس کی بات ہے کہ تم نے یہ نہ بتایا کہ ہمارے پاس وہ ہار کس زمانہ میں رکھا تھا اور وہ کس چیز میں لپٹا ہوا تھا، تم مجھے یاد دلاؤ شاید یاد آجائے۔

اس نے پھر سب کچھ بتلایا، اب وہ ڈھونڈنے کے لئے کھڑا ہوا۔ ادھر ادھر الٹ پلٹ کرنے کے بعد ایک تھیلا نکالا اس کو پلٹا تو اس میں سے ہار نکلا، اب وہ کہنے لگا کہ درحقیقت میں بالکل بھول گیا تھا، اگر تم پورا حال نہ بتلاتے تو اب بھی یاد نہ آتا۔

خراسانی نے اپنا ہار لے لیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔

بادشاہ نے اس عطار کو عبرتناک سزا دی۔ (امام ابن الجوزی)

پاکستان بھر میں مشہور و مقبول

پی۔سی۔ٹی مارکہ

پُرزہ جات سائیکل

ایجنٹ

بٹ سائیکل سٹور ○ نیلا گنبد لاہور

فون دفتر: ۶۵۳۰۹ / ۶۵۹۴۲ فون فیکٹری: ۶۰۰۵۰

جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون

۶۲۹۳۲